یہ کتاب چیٹ جی پی ٹی کے ذریعے عربی زبان سے اردو ترجمہ میں منتقل کیا گیا ہے۔

کتاب کا نام:

من أشراط الساعة خروج دابة الأرض

دراسة عقدية -

(قیامت کی نشانیوں میں سے ایک زمین کے حیوان کا ظہور ہے۔

دہائی کا مطالعہ -)

تألیف:

د . سامي بن علي القليطي

استاذ العقيدة المشارك بقسم الدراسات الإسلامية

كلية الآداب والعلوم الإنسانية بجامعة طيبة بالمدينة المنورة

١٤٣٠ هـ - ٢٠٠٩ م

(ترکیب

ڈاکٹر سمیع بن علی القلطی

عقیدہ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات

کالج آف آرٹس اینڈ ہیومینٹیز، طیبہ یونیورسٹی، مدینہ

1430ھ - 2009ء)

مقدمہ

بے شک تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے معافی مانگتے ہیں، اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کے شرور سے اور اپنے برے اعمال سے۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پہلی آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ < تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ.

(سورة آل عمران، آیت 102)

ترجمہ:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو.

:دوسری آیت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ <

الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا.

(سورة النساء، آیت 1)

ترجمہ:

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کے تعلقات کو توڑنے)

سے بھی بچو۔ بے شک اللہ تم پر نگرانی کرنے والا ہے.

:تیسری آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا >
قَوْلاً سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا.
(70-71 سورة الاحزاب، آیت)

:ترجمہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور درست بات کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو بے شک وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا۔

اس کے بعد نصیحت:

اس کے بعد:

بے شک قیامت پر ایمان لانا، اس کی علامات اور نشانیوں کو جاننا، دین کے عظیم رکن میں شامل ہے، بلکہ یہ یوم آخرت پر ایمان کا حصہ ہے، جس کا اللہ نے اپنی کتاب (قرآن) میں کئی مقامات پر ذکر فرمایا اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا.

اور چونکہ قیامت کا معاملہ بہت اہم اور خطرناک ہے، اس لیے صحابہ کرام

اور نبی کریم ﷺ نے اس پر بڑی توجہ دی اور قرآن مجید میں اس کی علامات کا کثرت سے تذکرہ ہوا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے بھی اس بارے میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

اس کی قریبی اور بعید علامات، جن میں بڑی اور چھوٹی علامات شامل ہیں، اور حضرت عمرؓ کا فتنوں کے ظاہر ہونے سے پہلے چھوٹی علامات کو بڑی اہمیت دینا؛ جیسا کہ صحابۂ کرام اس کی

اہمیت کو سمجھتے اور اس کے امور و
علامات کا اپنی مجالس و نشستوں میں
مطالعہ کرتے۔ کیونکہ انہیں یقین کا علم
حاصل تھا کہ اس کے مطالعے کے فوائد
اور اثرات فرد پر نیکی کی طرف متوجہ
کرتے ہیں، اور وہ گناہوں سے بچتا ہے،
اللہ کے احکامات کی تعمیل میں تیزی
.کرتا ہے

:علامہ برزنجی رحمہ اللہ نے فرمایا
یہ حق ہے کہ ہر عالم پر واجب ہے کہ "
وہ اس کی علامات کو پھیلائے، اور ان

احادیث کو عام کرے جن میں اس کا ذکر ہے، اور اسے بار بار عوام پر بیان کرے، تاکہ وہ گناہوں سے باز آ جائیں، اور ان میں سے بعض کے دل نرم ہوں، اور وہ غفلت سے بیدار ہوں، اور مہلت ختم ہونے سے پہلے ہوشیار ہو جائیں-" (الاشاعة لاشراط الساعة، ص ۸)

اور چونکہ قیامت کی علامات اور اس کی نشانیوں کے بارے میں احادیث میں جو کچھ آیا ہے، اس کے فائدے اور اثرات انفرادی اور اجتماعی بہتری کی

طرف لوٹتے ہیں، اور اس زمانے میں لوگوں کی آخرت سے دوری کی وجہ سے، وہ دنیا کی زینتوں اور اس کی لذتوں میں مشغول ہو گئے ہیں، اور ان میں سے بعض کا ایمان صرف مادّی اور حسیات پر محدود ہو کر رہ گیا ہے؛ اس لیے میں نے چاہا کہ قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت پر تحقیق کروں، جس پر کافی توجہ نہیں دی گئی، اور وہ ہے:

زمین سے دابۃ کا نکلنا اور اس کا آخر الزمان میں ظاہر ہونا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحقیق، ان شاء اللہ، ایک جامع علمی تحقیق ہوگی جو اس علامت کے تمام پہلوؤں کو واضح کرے گی۔

جس چیز نے مجھے اس علامت پر تحقیق کے لیے ابھارا، وہ اس کے ساتھ ساتھ وہ احادیث و آثار بھی ہیں جو بہت زیادہ ہیں اور اہلِ علم کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

اس کے لیے ان سب کا جمع کرنا، ترتیب دینا، تحقیق و تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے اس علامت کا انکار کیا ہے، ان کی باتوں کا بھی تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

یا اس کی باطل اور گمراہ کن تاویلیں جو آسمان کی ہدایت سے بہت دور ہٹ چکی ہیں، تو کوئی کہتا ہے: یہ کیڑے مکوڑے ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یہ بڑی بڑی بیماریاں اور جراثیم ہیں، اور کوئی

کہتا ہے: یہ زمین کا کیڑا ہے، اور کوئی کہتا ہے: یہ دیمک ہے، اور کوئی کہتا ہے: یہ چوتھے خلیفہ حضرت علی بن ابی طالبؓ ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یہ مہدی ہے، اور کوئی کہتا ہے: یہ خود انسان ہے، اور کوئی کہتا ہے: یہ کمپیوٹر سے لیس انسان ہے، اور کوئی کہتا ہے: یہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے، اور کوئی کہتا ہے: یہ بدعتیوں، علماء، صالحین سے جھگڑنے والے لوگ ہیں۔

ایسے اقوال کی میں نے سترہ اقوال جمع کیں، ان میں قاری کو اختلاف ملے گا، ان میں سے بہت سے اقوال واہی خیالات، گمانوں اور غیبی امور پر فکری فلسفہ کی بنیاد پر ہیں، جن کا کتاب و سنت سے کوئی تعلق نہیں.

میں نے اس کا عنوان رکھا ہے: "اشراط الساعة میں سے: دابۃ الارض کا خروج – ایک عقیدتی مطالعہ"، جس میں استقرائی، توصیفی اور تحلیلی طریقہ اپنایا گیا ہے، علماء کے نصوص، اقوال،

قدیم اور جدید احادیث کا جائزہ لیتے
ہوئے، اور اسے قرآن مجید کے ظواہر پر
پیش کرتے ہوئے، صحیح احادیث سے
نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب اقوال
و آثار پر اعتماد کرتے ہوئے، اور ان کے
ظواہر کو ان کے معانی سے واضح کرتے
ہوئے، اور اہل سنت کے عقائد اور علماء
کے اقوال کے مطابق اسے مرتب کرتے
ہوئے، جسے آٹھ مباحث پر تقسیم کیا
گیا، ہر ایک کے آخر میں سب سے اہم
نتائج کی وضاحت کی گئی، اور اس

سے حاصل ہونے والے فوائد کو ذکر کیا گیا، پھر موضوعات کے لیے فہرست دی گئی، اور اس سے پہلے مقدمہ جس میں موضوع کا تعارف، طریقہ کار اور عمل کی منصوبہ بندی شامل ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے.

حسب ذیل:

مقدمہ

پہلا مبحث: دابّہ کا تعارف

دوسرا مبحث: دابّہ کے خروج پر دلالت کرنے والے دلائل

تیسرا مبحث: دابّہ کے بارے میں لوگوں کے اقوال

چوتھا مبحث: دابّہ کے خروج اور ظہور کے اسباب

پانچواں مبحث: دابّہ کا عمل اور اس کی ذمہ داری

چھٹا مبحث: دابّہ کے خروج کا وقت

ساتواں مبحث: دابّہ کے خروج کی جگہ

آٹھواں مبحث: دابّہ پر ایمان لانے کا اثر

خاتمہ

مآخذ کی فہرست

قرآنی آیات کی فہرست

احادیث نبویہ کی فہرست

مشکل الفاظ کی فہرست

مقامات و جگھوں کی فہرست

موضوعات کی فہرست

—

المبحث الأول: الدابّہ کا تعارف

:لغوی معنی

" الدابّہ" عربی زبان میں فعل "دَبَّ" سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے: دبّ یدبّ دبّاً و دبیباً، یعنی آہستہ آہستہ چلنا۔ یہ لفظ مفرد ہے، اور اس کا جمع دواب آتا ہے، اس کا تصغیر (چھوٹا صیغہ) دویبہ بنتا ہے، اور ایک غیر معروف صیغے میں دوابّۃ بھی آیا ہے جس میں "یاء" کو "الف" سے بدل دیا گیا ہے۔ یہ لفظ

مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور حقیقت میں یہ ایک صفت ہے؛ چنانچہ گدھے کے لیے بھی "دابّہ" کہا جاتا ہے، جیسے گدھی کے لیے بھی "دابّہ" استعمال ہوتا ہے۔

" الدابّہ" ہر اس جاندار پر اطلاق ہوتا ہے جو زمین پر چلتا ہے، چاہے وہ جاندار ہوشیار ہو یا نہ ہو۔ "دَب" کا مطلب ہے زمین پر آہستہ اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلنا۔ ہر وہ چیز جو زمین پر چلتی ہے، اسے "دابّہ" یا "دبیب" کہا

جاتا ہے۔ عربی لغت میں لفظ "دابّہ" عموماً ان جانوروں پر استعمال ہوتا ہے جن پر سواری کی جاتی ہے۔

حوالہ: الصحاح للجوهري 1/149،) القاموس المحیط 1/65، لسان العرب 1/369-370، المصباح المنیر، ص 100).

تاج العروس میں الزبیدی فرماتے ہیں:

" چیونٹی اور دیگر جانور جب زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں تو کہا جاتا ہے:

دبّ النملُ... یعنی اپنے انداز میں بغیر تیزی کے چلا۔ ابن دُرید کے مطابق، اگر بوڑھا آدمی آہستہ چلے تو کہا جاتا ہے:

دبّ الشیخُ: مشی مشیاً رویداً، یعنی آہستہ آہستہ چلا۔

اسی پر ایک شعر بھی کہا گیا ہے:

زَعَمَتْنِي شَيْخاً وَلَسْتُ بِشَيْخ

إِنَّمَا الشَّيْخُ مَنْ يَدِبُّ دَبِيبًا

ترجمہ: "اس نے مجھے بوڑھا سمجھا، حالانکہ میں بوڑھا نہیں، حقیقت میں بوڑھا وہ ہے جو آہستہ آہستہ چلے".

اور اگر کوئی قوم دشمن کی طرف اپنی ہیئت کے ساتھ آہستہ چلے تو کہا جاتا ہے: دبّ القوم إلى العدوّ دبيبا.

حوالہ: تاج العروس (1/343).

قرآن کریم میں استعمال:

لفظ "دابّہ" قرآن مجید میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ بعض اوقات یہ لفظ انسان اور حیوان دونوں پر بیک وقت بولا گیا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

< ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا، كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾

(سورہ ہود، آیت 6)

ترجمہ: "زمین میں کوئی بھی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو، اور وہی اس کا ٹھکانہ اور امانت رکھنے کی جگہ جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ، فَمِنْهُم ۞{ <
مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ، وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ، وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ،

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ، إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ

شَيْءٍ قَدِير{

(45 سورہ النور، آیت)

کبھی یہ لفظ صرف انسان پر بولا گیا

ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ .{ <

الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ{

(22 سورہ الأنفال، آیت)

:اور فرمایا

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۦ{ >

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ{

(55 سوره الأنفال، آیت)

کبھی صرف جانور پر بولا گیا ہے، جیسے کہ فرمایا:

< ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ، أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لاَ يُوقِنُون﴾
(سورہ النمل، آیت 82)

اور فرمایا:

وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لاَ تَحْمِلُ رِزْقَهَا، اللَّهُ ۰{ <

}يُرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ، وَهُوَ السَّمِيعُ العَلِيم

(60 سوره العنکبوت، آیت)

:اور فرمایا

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي ۰{ <

السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الأَرْضِ، وَالشَّمْسُ

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ

وَالدَّوَابُّ، وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، وَكَثِيرٌ حَقَّ

عَلَيْهِ العَذَابُ، وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ، إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاء﴾

(سورہ الحج، آیت 18)

قرآن مجید اور عربی زبان میں لفظ "دابّہ" عام طور پر جانور کے لیے استعمال ہوتا ہے، انسان کے مقابلے میں کم۔ بعض لوگوں نے اس لفظ کو خشکی کے جانوروں تک محدود کر دیا ہے اور پانی کے جانداروں پر اس کا اطلاق

نہیں کیا، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے ہر اس مخلوق پر بولا جائے جو زمین پر چلتی ہے؛ جیسا کہ لغوی معنی سے ظاہر ہے-

حوالہ: التفسير الكبير للرازي) 6/212–213، اور ڈاکٹر زغلول النجار کا مضمون: "الله خلق كل دابة من ماء"، روزنامہ الأهرام مصر، شمارہ 42812، تاریخ: 3/1/1425ھ، (مطابق 23/2/2004ء

اور دابّہ کی اقسام اور اس کی جنس پانی سے پیدا کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا:

" اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا، پس ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے، اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے، اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(سورہ النور، آیت ۴۵)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
" اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور عظیم سلطنت کو بیان فرما رہے ہیں کہ وہ مختلف شکلوں، رنگوں، حرکات اور سکون رکھنے والی مخلوقات کو ایک ہی پانی سے پیدا کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ اپنے پیٹ پر چلتے ہیں، جیسے سانپ اور اس جیسے جاندار، کچھ دو پاؤں پر چلتے ہیں، جیسے انسان اور پرندے، اور کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں، جیسے چوپائے اور دیگر جانور۔ اسی لیے

فرمایا: 'اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'
یعنی اپنی قدرت سے؛ کیونکہ جو وہ
چاہے وہ ہو جاتا ہے، اور جو نہ چاہے وہ
نہیں ہوتا، اسی لیے فرمایا: 'بے شک اللہ
ہر چیز پر قادر ہے'۔"
(تفسیر ابن کثیر، ۳/۳۰۹)

ڈاکٹر زغلول النجار کہتے ہیں:
" یہ مبارک آیت اس بات کو واضح
کرتی ہے کہ جانداروں کی حرکت کے
طریقے ان کی درجہ بندی کا ایک بہترین
ذریعہ ہیں۔ دابّہ کی حرکت کا مطلب ہے

اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، خواہ خوراک یا پانی کی تلاش میں، یا دشمنوں سے بچنے کے لیے، یا ماحولیاتی تبدیلیوں کے باعث بہتر جگہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے۔

پہلا طریقہ جو آیت نے بیان کیا وہ پیٹ کے بل چلنا ہے، جیسا کہ کیڑوں میں عام ہے۔ یہ وہ بے ہڈی والے جاندار ہیں جن کے پاؤں نہیں ہوتے، اور یہ کئی گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے کہ رینگنے والے جانور، سانپ وغیرہ۔

اور کچھ جاندار دو پاؤں پر چلتے ہیں؛ جیسے انسان، کینگرو اور کچھ اونچے درجے کے بندر۔
اور کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں؛ جیسے چوپائے، ہاتھی وغیرہ۔"
(مضمون: "الله خلق کل دابة من ماء"، ڈاکٹر زغلول النجار، روزنامہ الأهرام مصر، شمارہ ٤٢٨١٢، تاریخ: ٣/١/١٤٢٥ھ، مطابق ٢٣/٢/٢٠٠٤م)

ہم حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کو پاتے
ہیں — جیسا کہ ان کے پچھلے کلام سے
ظاہر ہوتا ہے — کہ انہوں نے پرندوں کو
"دوابّ" (چلنے والے جانداروں) میں
شامل کیا ہے، اور یہی موقف امام
قرطبی، امام دمیری، اور اہلِ لغت و
تفسیر کے ایک گروہ کا بھی ہے۔
جبکہ بعض اہلِ لغت اور مفسرین نے
اس سے اختلاف کیا ہے؛ جیسا کہ امام
طبری نے اپنی تفسیر میں واضح طور
پر فرمایا ہے کہ پرندے "دواب" میں

شامل نہیں، ان کے قول کے مطابق:

"دابّہ ہر اس ذی روح کو کہا جاتا ہے

جو اپنے دو پروں کے ساتھ اُڑنے والا نہ

ہو، کیونکہ وہ زمین پر رینگ کر چلتا

ہے"۔

اور یہی مفہوم امام رازی کے کلام سے

بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

سے دلیل لی ہے:

{وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ

بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم}

(38 سورہ الأنعام، آیت)

:امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں
لفظ 'دابّہ' تمام جانداروں کو شامل "
کرتا ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے پرندوں
کو اس سے خارج کیا ہے، لیکن یہ رائے
ناقابل قبول ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
:فرمان ہے
﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّٰهِ
رِزْقُهَا﴾
(6 سورہ ہود، آیت)

اور پرندہ بھی بعض اوقات اپنے دونوں
پاؤں پر زمین پر چلتا ہے-"

اسی معنی کو مؤید کرنے کے لیے شعرا
نے بھی کہا ہے:

الاعشی کہتا ہے:
"دَبيبُ قَطا البَطحاءِ في كل مَنهل"
یعنی "بطحا کے میدان میں قَطا پرندے
کی آہستہ چال ہر مقام پر-"

اور علقمہ بن عبدہ کہتا ہے:

"صَواعِقُها لطَیرِهِنّ دَبیب"

یعنی "ان کی بجلیاں ان کے پرندوں پر آہستہ چلتی ہیں"۔

(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۲/۱۳۲،
حیاۃ الحیوان للدمیری ۱/۴۴۹،
المصباح المنیر للفیومی ص ۱۰۰،
تفسیر الطبری ۳/۲۷۵،
التفسیر الکبیر للرازی ۶/۲۱۲–۲۱۳)

اور قرطبی نے اس آیت کے تحت بھی یہی بات کہی

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم

(سورہ الأنعام، آیت 38)

اور "دابّہ" ہر اُس چیز پر بولا جاتا ہے جو زمین پر چلتی

ہے، لیکن یہاں خاص طور پر زمین والوں کا ذکر کیا گیا کیونکہ یہی وہ چیز ہے جسے لوگ جانتے اور مشاہدہ کرتے ہیں.

(الجامع لأحكام القرآن، 6/270)

دمیری نے کہا:

" بعض لوگوں نے پرندوں کو دابّہ میں شامل نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم﴾

(سورہ الأنعام، آیت 38)

لیکن یہ رائے مردود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

{وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا، وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا، كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِين}

(سورہ ہود، آیت 6)

اور اس لیے بھی کہ پرندہ کبھی کبھار زمین پر اپنے پاؤں سے بھی چلتا ہے۔

جیسا کہ شاعر الاعشی نے کہا:

" وہ لڑکیاں جیسے نازک شاخیں، جب چلتی ہیں تو یوں ہلتی ہیں جیسے بطحا کے میدان میں قطا پرندے کی چال ہر چشمے کے کنارے پر۔"

(حياة الحيوان، 1/449)

ابو حیان نے ان آیات کے بارے میں، جن سے پرندے کو دابّہ سے خارج کرنے کی دلیل لی گئی، کہا:

" یہ آیت عام ہے جو ہر اس چیز کو شامل کرتی ہے جو زمین پر چلتی ہے، پس اس میں پرندہ بھی داخل ہے۔ دابّہ

کے بعد پرندے کا ذکر، عام کے بعد
خاص کا ذکر ہے، یعنی کل میں سے جز
کو علیحدہ ذکر کرنا۔ یہ اس اندازِ بیان
میں شامل ہے جسے 'تجرید' کہا جاتا
ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
'وَجِبْرِيلَ وَمِيكالَ' فرشتوں کے ذکر کے
بعد۔

اور اللہ تعالیٰ نے پرندے کو علیحدہ اس
لیے بیان کیا، کیونکہ مخلوق میں پرندے
کی حرکت و تصرف، اللہ کی قدرت کے
اظہار میں زمین پر چلنے والے دیگر

جانوروں کے مقابلے میں زیادہ نمایاں اور عظیم دلیل ہے"۔

(البحر المحیط، 4/119)

اور جس "دابّۃ الأرض" کا ذکر اس تحقیق میں کیا جا رہا ہے، اس سے مراد وہ دابّہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾

(سورہ النمل، آیت 82)

یہ وہی دابّہ ہے جس کا ذکر قیامت کی علامات اور نشانیوں سے متعلق احادیث میں آیا ہے۔

یہ دابّہ حیوانات کی جنس سے ہے، جو زمین سے نکلے گا نہ کہ آسمان سے، جیسا کہ آیتِ کریمہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اس کا پیدا ہونا اور زمین سے نکلنا ایک حیرت انگیز، عجیب اور ہیبت ناک معجزہ ہو گا۔

یہ دابّہ کئی اہم کاموں اور ذمہ داریوں کو انجام دے گا، جن کا تذکرہ اور اس سے متعلقہ تفصیلات اس تحقیق میں ان شاء اللہ آگے آئیں گی۔

المبحث الثاني: دابّہ کے خروج پر دلالت کرنے والے دلائل

زمین سے دابّہ کے ظاہر ہونے اور اس کے خروج پر ایمان رکھنا — کہ یہ قیامت کے قریب آخری زمانے میں ظاہر ہوگا — اور یہ کہ اس کا خروج قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے، یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، نبی کریم ﷺ کی سنت، اور امت کے سلف صالحین —

صحابہ، تابعین، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے دین کے علماء — سب کے نزدیک متفق علیہ اور ثابت شدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں صرف ایک آیت صراحت کے ساتھ دابّہ کے خروج کا ذکر کرتی ہے، جو قیامت کے قریب فساد، تبدیلی، اور انحراف کے بعد کے حالات میں ظاہر ہوگی۔ وہ آیت سورہ نمل میں ہے:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ، أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾

(سورہ النمل، آیت 82)

نبی کریم ﷺ کی سنت میں دابّہ کا ذکر کئی صحیح احادیث میں آیا ہے، جنہیں محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے، ان میں سے ایک:

اوّل: حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" چھ باتوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں، دجال، دابّہ، یا تم میں سے کسی کا خاص واقعہ۔"
(یعنی: موت)

" خاصة أحدكم" یا بعض روایات میں "خویصة أحدکم" کے الفاظ ہیں۔ اس کا مطلب ہے: انسان کی موت، جو ہر فرد کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔

ابن الأثیر نے "خويصة" کی روایت کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس کا صیغہ تصغیر میں لایا گیا ہے، اس لیے کہ یہ قیامت، حساب، اور عرض کے مقابلے میں معمولی واقعہ ہے۔

(النهاية في غريب الحديث لابن الأثير، 2/37،
شرح النووي على صحيح مسلم، 18/87)

یا پھر عوام کا معاملہ۔

وضاحت:

"أمر العامة" سے مراد قیامت ہے جیسا کہ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا، اور سندی رحمہ اللہ نے کہا: اس کا مطلب ہے لوگوں پر عمومی حکومت یا سلطنت کا آنا، جو تمہیں نیک اعمال سے غافل کر دے گا۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم، 18/87، وشرح سنن ابن ماجة للسندي، 2/501)

اور ایک روایت میں ہے:

" چھ باتوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو: دجال، دھواں، زمین سے نکلنے والی دابّہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عوام کا معاملہ، اور تم میں سے کسی کا ذاتی واقعہ (موت)۔"

(روایت: صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب: بقية من أحاديث الدجال، 4/1793، حديث 2947)

:دوسری روایت

حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن أسید غفاریؓ کی حدیث ہے، جس میں وہ کہتے ہیں:

" نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب ہم آپس میں قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم لوگ کیا ذکر کر رہے ہو؟ صحابہ نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب

تک اس سے پہلے تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

دھواں، دجال، دابّہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ ابن مریم کا نزول، یاجوج و ماجوج، مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا، جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانکے گی۔"

:اور ایک اور روایت میں ہے

" نبی ﷺ ایک بالاخانے (کمرے) میں تھے اور ہم نیچے تھے۔ آپ ﷺ نے جھانک کر پوچھا: تم کیا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: قیامت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں: مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا، جزیرۂ عرب میں زمین کا دھنسنا، دھواں، دجال، زمین سے نکلنے والی دابّہ، یاجوج و ماجوج،

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اور عدن (یمن) کے گڑھے سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو کوچ کروائے گی-"

روایت: صحیح مسلم، کتاب الفتن) وأشراط الساعة، باب: الآیات التي تکون قبل الساعة، 4/1763، حدیث 2901)

تیسری حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

" میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث یاد رکھی ہے جسے میں کبھی نہیں بھولا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

' سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی، وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابّہ کا دن چڑھے لوگوں پر نکلنا ہے، ان دونوں میں سے جو پہلے ظاہر ہو، اس کے فوراً بعد دوسری بھی جلد ہی ظاہر ہوگی۔'

صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط)
 الساعة، 1788-4/1787، حدیث
2942)

:چوتھی حدیث

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ
:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں گی، "
پھر کسی جان کا ایمان لانا نفع نہ دے
گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو، یا اپنے
ایمان میں کوئی بھلا کام نہ کیا ہو:

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال،

"۔اور زمین سے نکلنے والی دابّہ

صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب:)

الزمن الذي لا يُقبل فيه الإيمان،

(158 1/125، حدیث

:پانچویں حدیث

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے

:کہ نبی ﷺ نے فرمایا

دابّہ نکلے گا، اور لوگوں کی سونڈ "

(ناک کے اگلے حصے) پر نشانی لگائے

گا، پھر وہ تم میں گھل مل جائے گا،

یہاں تک کہ کوئی شخص اونٹ خریدے گا، تو کہا جائے گا: تم نے یہ کس سے خریدا؟ وہ کہے گا: میں نے اسے ان میں سے کسی مخطَّم (نشاندار) شخص سے خریدا ہے".

وضاحت:

"تَسِمُ": اس کا مطلب ہے داغ لگانا یا نشانی بنانا (یعنی شناخت کے لیے علامت دینا)

"خراطیمهم": ان کی سونڈیں (ناک کی اگلی نوک)، جیسا کہ قرآن میں بھی آیا: "سَنَسِمُهُ عَلَى الخُرْطُوم"

"يَغْمُرُونَ": یعنی وہ تمہارے اندر بکثرت پھیل جائیں گے

"المُخَطَّمِينَ": جن پر دابّہ کی طرف سے داغ لگا ہوگا، یعنی ان کی ناک یا چہرے پر نشانی ہوگی

(روایت: مسند احمد، 5/268؛

التاریخ الکبیر للبخاری؛

أخبار أصبهان لأبي نعيم، 2/124؛

تفسیر ابن جریر؛

تفسير ابن أبي حاتم، 9/2923؛

مسند ابن الجعد، 1/427؛

مجمع الزوائد للہیثمی، **6/8** — اس کے

راوی صحیح کے رجال میں سے ہیں،

سوائے عبدالرحمٰن بن عطیہ کے جو ثقہ

ہے؛

الدر المنثور للسيوطي، 11/404؛

صحیح الجامع للألباني، **1/564** — صحیح؛

السلسلة الصحيحة، **1/576** — اسناد صحیح ہے، تمام راوی ثقہ ہیں)

چھٹی حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"دابّہ نکلے گا، اور اس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔

وہ کافر کو سلیمان کی انگوٹھی سے نشان زد کرے گا، اور مؤمن کے چہرے کو موسیٰ کے عصا سے چمکا دے گا،

حتیٰ کہ لوگ ایک ہی دستر خوان پر جمع ہوں گے،

تو ایک کہے گا: اے مؤمن!

اور دوسرا کہے گا: اے کافر!"

وضاحت:

تجلو: یعنی چمکا دے گا، واضح کر دے گا، روشن کر دے گا

الخوان: دسترخوان، یعنی وہ جگہ جس پر کھانا کھایا جاتا ہے

روایت کے مصادر:

مسند الطيالسي (ص 334)

مسند أحمد (2/295، حديث 491)

جامع الترمذي، كتاب التفسير، باب: ومن سورة النمل (5/317-318، حديث 3187)، اور کہا: "یہ حدیث حسن غریب ہے"

سنن ابن ماجہ، كتاب الفتن، باب: دابۃ الارض (2/1351-1352، حديث 4066)

مسند إسحاق بن راهويه (1/442)

كتاب الفتن لنعيم بن حماد (حديث 665)

(4/43-44) أخبار مكة للفاكهي

(16/20) تفسير الطبري

(9/2923) تفسير ابن أبي حاتم

المستدرك للحاكم (4/485-486) — حاکم اور ذہبی دونوں نے سکوت اختیار کیا

(3/429) معالم التنزيل للبغوي

:درجۂ حدیث کے متعلق اقوال

شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا

البانی نے بعض کتب میں اسے ضعیف یا منکر کہا، اور علتیں بیان کیں:

اوّل: أوس بن خالد کی روایت ابو ہریرہؓ سے منکر بتائی گئی

دوم: علی بن زید بن جدعان کی تضعیف

:البتہ شیخ احمد شاکر کا مؤقف ہے کہ

أوس بن خالد ثقہ تابعی ہیں، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا

علی بن زید مختلف فیہ ہیں، اور ان کے نزدیک وہ ثقہ ہیں

اہلِ سنت کے علما—قدیم و جدید—نے اپنی کتب اور عقائد میں واضح طور پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ قرآن و سنت کی بنیاد پر زمین سے دابّہ کے خروج پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا، اور اس پر یقین رکھنا لازم ہے کہ اس کا خروج حق ہے اور ایک غیرمعمولی (خارقِ عادت) واقعہ ہے، جس پر بلا چوں و چرا ایمان لانا

ضروری ہے۔ دابّہ کے کچھ کام اور ذمہ داریاں بھی ہوں گی جنہیں وہ انجام دے گا۔

امام اشعری، ابن ابی زید القیروانی، اور الکتانی رحمہم اللہ نے اس بات پر امت کے علما کا اجماع نقل کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دابّہ کا خروج انبیاء کی معجزات میں سے ہے اور ان کی صداقت کی دلیلوں میں شمار ہوتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور عقیدہ "العقیدہ الطحاویہ" میں اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے کہا:

"ہم قیامت کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں: دجال کا خروج، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اور زمین سے دابّہ کا نکلنا۔"

:ماخذ)

رسالہ "إلى أهل الثغر" از امام –

292–288 اشعری، ص

اجتماع الجيوش الإسلامية" از ابن " –

86–82 القیم، ص

230 نظم المتناثر" از الکتانی، ص" –

211 النبوات" از ابن تیمیہ، ص" –

(2/754 ،"العقيدة الطحاوية" –

امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے اہل سنت اور سلف امت کے اعتقادی اجماعات میں بیالیسویں اجماع کے طور پر فرمایا:

" اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی شفاعت امت کے گناہِ کبیرہ کے مرتکب افراد کے لیے ثابت ہے، اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کی امت میں سے بعض لوگ جنہیں جہنم نے جلا کر کوئلہ بنا دیا ہوگا، انہیں جہنم سے نکالا جائے گا

اور حیات کے ایک نہر میں ڈالا جائے گا...

اور اس بات پر بھی ایمان لانا واجب ہے جو واقعہِ معراج کے متعلق آیا ہے کہ نبی ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی، اور اسی طرح دجال کے متعلق آنے والی روایات، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول اور دجال کا قتل—یہ سب امور جن کی احادیث قیامت سے پہلے کے علامات کے طور پر تواتر سے منقول ہیں؛ جیسے سورج کا مغرب سے

طلوع ہونا، زمین سے دابّہ کا نکلنا، اور
دیگر نشانیاں، ان سب پر ایمان واجب
ہے جیسا کہ ثقہ راویوں نے نبی ﷺ سے
ان کی صحت ہمیں پہنچائی ہے۔"

امام ابو محمد عبداللہ بن ابی زید
القیروانی، جو "مالکِ صغیر" کے نام
سے معروف ہیں، نے بیان فرمایا:

" وہ امور جن پر امت کا اجماع ہے اور
ان کے خلاف بدعت اور گمراہی ہے، ان
میں شامل ہے:

یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے

اسمائے حسنیٰ اور بلند صفات ہیں،

اور نبی کریم ﷺ کے واقعہ معراج پر

ایمان رکھنا جیسا کہ صحیح روایات

میں آیا ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی

نشانیاں دیکھیں،

اور دجال کے خروج، عیسیٰ ابن مریم

علیہ السلام کے نزول، ان کے دجال کو

عدل و انصاف کے ساتھ قتل کرنے،

اور قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی ان نشانیوں پر ایمان رکھنا جیسے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،

اور زمین سے دابّہ کا نکلنا،

اور دیگر وہ تمام چیزیں جن کی صحت احادیث سے ثابت ہے۔

ہم ان تمام باتوں کی تصدیق کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں آئی ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں،

ہم محکم پر عمل کرتے ہیں اور جو باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں یا جن کی حقیقت ہماری عقل سے غائب ہے، انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔
اللہ ہی متشابہات کا علم رکھتا ہے، اور علم میں پختہ لوگ کہتے ہیں: ہم ان سب پر ایمان لائے۔
"ہر چیز ہمارے رب کی طرف سے ہے۔"

(ماخذ:
رسالہ "إلی أهل الثغر"، ص –
288–292

اجتماع الجيوش الإسلامية"، ص" – 82–86)

–

تیسرا مبحث: لوگوں کے اقوال دابّہ کے بارے میں

علماء اور عوام کے اقوال اور دابّہ کی
حقیقت کے بارے میں گفتگو سے پہلے
ضروری ہے کہ اس بات کو یقینی طور
پر جان لیا جائے اور اس پر ایمان رکھا
جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمین کے
جانوروں میں سے ایک دابّہ (مخلوق)
نکالے گا، جو حیوانات کی جنس سے
ہوگی، انسانوں کی جنس سے نہیں۔
صحیح نصوص میں اس بات کی
وضاحت نہیں آئی کہ یہ موجودہ

معروف جانوروں میں سے کوئی جانور

،ہوگی

بلکہ یہ موجودہ جانوروں کی اصناف

سے ہٹ کر ایک الگ نوعیت کی مخلوق

،ہوگی

—جو زمین کے کسی مقام سے نکلے گی

اور مشہور ہے کہ وہ مقام مکۃ المکرمہ

—ہوگا

.اور یہ قیامت کے قریب نکلے گی

یہ دابّہ حقیقت میں لوگوں سے گفتگو

،کرے گی

،انہیں ان کے رب کی آیات یاد دلائے گی

اور ان پر نشان لگائے گی تاکہ مومن اور
کافر کی پہچان ہو جائے۔
یہ دابّہ اپنے خَلق (ساخت) اور اپنی
کارکردگی میں عظیم ہوگی،
اور اس کی عظمت کا موازنہ سورج کے
مغرب سے طلوع ہونے،
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول،
دجال کے خروج اور اس کی ہلاکت سے
کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک دابّہ کی حقیقت، اس کی تعیین، اور یہ کہ وہ زمین کے کس جانور کی قسم سے ہے،

اس بارے میں لوگوں کے اقوال مختلف ہوئے ہیں۔

بعض لوگوں نے سلف صالحین اور اہلِ سنت کے عقیدے سے ہٹ کر باطنی اور من گھڑت تاویلات اختیار کیں، جو نہ کتاب پر مبنی تھیں نہ سنت پر۔

لوگوں کے اقوال دابّہ کی حقیقت اور تعیین کے بارے میں درج ذیل ہیں:

:پہلا قول

دابّہ، حضرت صالح علیہ السلام کی
اونٹنی کا بچہ ہے۔

اس قول کو امام قرطبی رحمہ اللہ نے
اختیار کیا اور صحیح ترین قرار دیا۔
:انہوں نے فرمایا
"یہی سب سے صحیح قول ہے، اور اللہ
بہتر جانتا ہے۔"

ماخذ: الجامع لأحكام القرآن)،
13/156)

:اور امام قرطبیؒ نے یہ بھی فرمایا

:اور اُس شخص نے خوب کہا"

واذکر خروج فصیل ناقة صالح

تسم الوری بالکفر والإیمان"

:یعنی

اور یاد کرو صالحؑ کی اونٹنی کے بچے "

کے نکلنے کو

جو لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ نشان زد کرے گا"۔

ماخذ: التذکرة بأحوال الموتی وأمور الآخرة، 3/1340)

امام قرطبیؒ نے اپنے اس قول کی دلیل میں وہ حدیث ذکر کی جو امام ابو داؤد الطیالسی نے اپنی مسند میں حضرت ابو سریحة حذیفہ بن اسید الغفاریؓ سے روایت کی:

رسول اللہ ﷺ نے دابّہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس کے تین ظہور ہوں گے زمانے میں:

پہلا ظہور دور کی بادیہ میں ہوگا، اور اس کا ذکر مکہ میں داخل نہیں ہوگا،

پھر وہ طویل مدت تک چھپی رہے گی،

پھر دوسرا ظہور اس سے کم ہوگا،

اور اس کا ذکر بادیہ میں عام ہوگا، اور مکہ تک پہنچے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پھر جب لوگ اللہ کے سب سے عظیم،
سب سے افضل حرمت والے مسجد یعنی
مسجد الحرام میں ہوں گے،
تو اچانک وہ (دابّہ) مقامِ ابراہیم اور
رکن کے درمیان غراتی ہوئی ظاہر ہوگی،
اپنے سر سے مٹی جھاڑتی ہوئی نکلے
گی۔
لوگ اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے، کچھ
مومن جمے رہیں گے،
اور وہ جان لیں گے کہ وہ اللہ کو عاجز
نہیں کر سکتے۔

دابّہ اُنہی سے ابتدا کرے گی، ان کے چہروں کو ایسا چمکا دے گی جیسے وہ روشن ستارہ ہوں۔

پھر وہ زمین میں چل نکلے گی،

نہ کوئی پکڑ سکے گا،

نہ کوئی اس سے بچ سکے گا۔

حتیٰ کہ ایک شخص نماز میں پناہ لے گا،

تو وہ اس کے پیچھے آ کر کہے گی:

"اے فلاں! اب نماز پڑھتا ہے؟"

پھر اس پر نشان لگائے گی اور آگے بڑھ جائے گی۔

لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مال میں شریک ہوں گے،

شہروں میں ساتھ رہیں گے،

مگر ایمان والا کافر کو پہچان لے گا،

حتیٰ کہ مومن کہے گا:

"اے کافر! میرا حق ادا کر!"

اور کافر کہے گا:

"اے مومن! میرا حق ادا کر!"

ماخذ: التذكرة، الجامع لأحكام القرآن)
13/156، مسند الطیالسی ص144،
الفتن لنعيم، تفسير ابن أبي حاتم، أخبار
مكة للفاكهي، المعجم الكبير للطبراني،
المستدرك للحاكم، مجمع الزوائد للهيثمي،
(النهاية لابن كثير، وغيرهم

:وضاحت

یہ روایت طلحہ بن عمرو کے ذریعے
مروی ہے جس کے بارے میں جمہور
:محدثین نے سخت جرح کی ہے

امام احمد: "وہ کچھ بھی نہیں،

"متروک الحدیث

"ابن معین: "کچھ نہیں، ضعیف

"ابو حاتم: "قوی نہیں، لین الحدیث

لہٰذا اس روایت کے ضعف پر اہلِ علم کا

اتفاق ہے، اگرچہ بعض نے اس کے بعض

حصے کو قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

وشاہد القرطبیؒ نے اپنے اس قول کی

تائید اس حدیث سے لی جس میں رکن

اور مقام کے درمیان دابّہ کے رغاء (اونٹ کی آواز) کا ذکر ہے، کیونکہ "رغاء" کا لفظ عموماً اونٹ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے.

انہوں نے فرمایا:

"اور اس حدیث میں دلیل کا مقام یہ ہے کہ وہ فصیل ہے، کیونکہ فرمایا گیا: 'اور وہ رغاء کرے گی'، اور رغاء صرف اونٹ کے لیے مخصوص ہے.

یہ اس لیے کہ جب اونٹنی کو قتل کیا گیا تو فصیل بھاگ نکلا،

،پھر ایک چٹان اس پر کھل گئی

وہ اس میں داخل ہو گیا

،اور وہ چٹان اس پر بند ہو گئی

پس وہ اس میں ہے یہاں تک کہ اللہ کے

".حکم سے نکلے گا

ماخذ: الجامع لأحکام القرآن)

(13/156 3/1340، التذکرۃ

لیکن امام قرطبیؒ کا یہ استدلال قابلِ

:قبول نہیں، کئی وجوہات کی بنا پر

:پہلی وجہ

اگرچہ "رغاء" مشہور طور پر اونٹ کی
،آواز کو کہا جاتا ہے
مگر اہلِ لغت کے مطابق یہ صرف اونٹ
،کے ساتھ خاص نہیں
بلکہ یہ لفظ کچھ اور جانوروں جیسے
ضبع، شتر مرغ اور بعض پرندوں کی
۔آواز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے

:ابن منظور فرماتے ہیں
رغاء: خفیف جانوروں کی آواز ہے... "
اور خاص طور پر اونٹ کی آواز کو
رغاء کہتے ہیں۔" اونٹ، اور اونٹنی رغاء

کرتی ہے: یعنی آواز نکالتی ہے اور زور
سے بولتی ہے،
اور بعض اہلِ لغت نے یہ بھی کہا ہے کہ
یہ آواز ضبع اور شتر مرغ کے لیے بھی
استعمال ہوئی ہے۔

لسان العرب (١٤ / ٣٢٩)، وانظر أيضاً:
المخصص لابن سيده (٧) (٧٧) (٨/
٧٢، ١٦٠)، والقاموس

المحيط للفيروز أبادي (٤/٣٣٥).

دوسری دلیل: سورۃ النمل کی وہ آیت
،جس میں دابۃ الارض کا ذکر ہے
یہ عمومی ہے، اس میں یہ بیان نہیں ہوا
.کہ وہ کس قسم کی دابۃ ہے

:تیسری دلیل
کسی بھی صحیح حدیث میں یہ ثابت
نہیں کہ وہ دابۃ فصیل (اونٹنی کا
.بچہ) ہے

:چوتھی دلیل

جس حدیث کو امام قرطبیؒ نے دلیل
بنایا وہ ضعیف ہے، اس کی صحت پر
محدثین و اہلِ فن نے کلام کیا ہے۔

پانچویں دلیل:
امام قرطبیؒ نے جس حدیث سے
استدلال کیا، اگر اسے صحیح مان بھی
لیا جائے،
تو بھی وہ حدیث عام ہے، اس میں دابۃ
کی حقیقت یا یہ کہ وہ صالحؑ کی
اونٹنی کا بچہ ہے،
اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔

اس میں صرف "رغاء" کی صفت بیان

ہوئی ہے،

جو کہ صرف اونٹ کے ساتھ خاص

نہیں،

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ

صفت دوسرے جانوروں میں بھی پائی

جاتی ہے۔

اور الدمیریؒ نے قرطبیؒ کے اس قول اور

اونٹ کی آواز سے استدلال کو "غریب"

قرار دیا ہے۔

(ماخذ: حیاۃ الحیوان 1/459)

چھٹی دلیل: امام قرطبیؒ نے جس لفظ
"ترغو" پر اعتماد کیا ہے،
وہ صرف طیالسی کی روایت میں
"ترغو" کے ساتھ آیا ہے،
جبکہ یہی روایت نعم بن حماد کے ہاں
"یربو" کے لفظ سے ہے،
اور حاکم کے ہاں "تدنو أو تربو",
طبرانی کے ہاں "تربو"،

اور بغوی کے ہاں "تدنو وتدنو" کے

ساتھ ہے۔

حالانکہ تمام روایات کا مدار ایک ہی

راوی عمرو بن طلحہ ہے۔

ساتویں دلیل:

قرآن کی وہ آیات جن میں حضرت

صالحؑ کی اونٹنی کا ذکر ہے،

کہیں بھی اس بات کی طرف اشارہ

نہیں ہے کہ وہ اونٹنی یا اس کا بچہ

لوگوں سے بات کرے گا،

یا قیامت کے قریب نکلے گا،

یا لوگوں کو نشان زد کرے گا۔

لہٰذا اس رائے کی قرآنی تائید بھی نہیں ملتی، واللہ اعلم۔

دوسرا قول:

دابۃ الارض، جَسَّاسَہ ہے۔

جساسہ: جیم کے فتحہ کے ساتھ اور (سین مشدد کے ساتھ، ایک جانور ہے جو سمندر کے جزیروں میں پایا جاتا ہے،

وہ دجال کے لیے خبریں حاصل کرتا ہے
اور اسے پہنچاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے
"جساسہ" کہا جاتا ہے۔)

(ماخذ: النهاية في غريب الحديث،
1/272،
حياة الحيوان، 1/277)

... جو مسیح الدجال کے لیے خبریں
تلاش کرتی ہے؛ جس کا ذکر تمیم داری
کے اُس مشہور حدیث میں آیا ہے جو
دجال کے بارے میں ہے، اور جسے مسلم

اور دیگر محدثین نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، جس میں فاطمہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا، اور جب ان کو نماز پڑھا چکے تو منبر پر بیٹھ گئے اور ہنسے، اور فرمایا: ”ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا رہے۔“ پھر فرمایا: ”جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا؟“ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ”بے شک میں نے تمہیں نہ کسی رغبت اور نہ

ہی کسی ڈر کے لیے جمع کیا ہے، بلکہ
تمیم داری نصرانی شخص تھا، وہ آیا،
بیعت کی اور اسلام لایا، اس نے مجھے
ایک ایسی بات سنائی جو اس بات کے
مطابق تھی جو میں تمہیں مسیح
الدجال کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس نے
مجھے بتایا کہ وہ سمندری جہاز میں
سوار تھا اور لخم و جذام کے تیس
آدمی اس کے ساتھ تھے، موجوں نے
انہیں ایک مہینے تک سمندر میں اچھالا،
پھر وہ ایک جزیرے میں جا پہنچے یہاں

تک کہ سورج غروب ہونے لگا، وہ کشتی
کے قریب بیٹھے اور جزیرے میں داخل
ہوئے تو ایک جانور ان سے ملا جو بہت
زیادہ بالوں والا تھا، ان کو اس کے اگلے
اور پچھلے حصے میں فرق نہ پڑتا تھا
اس کے بالوں کی کثرت کی وجہ سے،
انہوں نے کہا: ”افسوس! تو کیا ہے؟“
اس نے کہا: ”میں الجساسہ ہوں۔“
انہوں نے کہا: ”الجساسہ کیا ہے؟“ اس
نے کہا: ”اے لوگو! اس عمارت میں
موجود اس آدمی کے پاس جاؤ، وہ

تمہاری خبروں کا بے حد مشتاق ہے۔‘‘
وہ کہتی ہے: جب اس نے کسی مرد کا
نام لیا تو ہم اس سے ڈر گئے کہ کہیں
یہ کوئی شیطان نہ ہو، چنانچہ ہم جلدی
سے اس عمارت کی طرف بڑھے، تو وہاں
ہم نے ایک ایسا آدمی دیکھا جیسا پہلے
کبھی نہ دیکھا تھا، اس کی جسامت
سب سے بڑی اور اس کی زنجیر سب
سے سخت تھی، اس کے ہاتھ گردن سے
جڑُے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ٹخنوں
تک وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ہم

نے کہا: ”افسوس! تو کون ہے؟“ اس
نے کہا: ”تم لوگ میری خبر پا ہی چکے
ہو، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟“ انہوں نے
کہا: ”ہم عرب کے کچھ لوگ ہیں، ایک
بحری جہاز میں سوار تھے، سمندر کی
موجوں نے ہمیں ایک مہینے تک اِدھر
اُدھر پھینکا، پھر ہم تمہارے اس جزیرے
پر آ گئے، ہم کشتی کے قریب بیٹھے،
جزیرے میں داخل ہوئے، تو ہم سے ایک
بہت زیادہ بالوں والی جانور ملی جس
کا اگلا پچھلا معلوم نہ ہوتا تھا، ہم نے

کہا: ’’افسوس! تو کون ہے؟‘‘ اس نے کہا: ’’میں الجساسہ ہوں۔‘‘ ہم نے کہا: ’’الجساسہ کیا ہے؟‘‘ اس نے کہا: ’’اس عمارت میں موجود اس آدمی کے پاس جاؤ، وہ تمہاری خبروں کا بے حد مشتاق ہے۔‘‘ ہم جلدی سے تمہارے پاس آ گئے، اور ہم اس سے ڈرے اور ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ کوئی شیطان نہ ہو...

(1) صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب قصة الجساسه (٤ / ١٧٨٨ - ١٧٩٠ ، رقم ٢٩٤٢)

اور یہ قول قرطبی نے - جو الجامع
لأحكام القرآن کے مصنف ہیں - عبداللہ
بن عمر کی طرف منسوب کیا ہے
(الجامع لأحكام القرآن، ۱۳/۱۵۶)، اور
اسی قول کو ابن قتیبہ (غريب الحديث،
۲/۶۰۴)، قرطبی (المفهم، ۷/۲۴۰)،
دمیری (حیاة الحيوان، ۱/۲۷۷)،
سفارینی (لوامع الأنوار، ۲/۱۴۹)،
سخاوی (القناعة، ص ۷۰)، آلوسی (روح
المعاني، ۲۰/۲۳)، اور حافظ حکمی

(معارج القبول، ۲/۹۴) نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی طرف منسوب کیا ہے، اور نووی نے اسے عبدالرحمن بن عمرو بن العاص کی طرف منسوب کیا ہے (شرح النووي على صحيح مسلم، ۱۸/۲۷-۲۸)؛ اور معلوم ہوتا ہے کہ نووی کی کتاب میں یہاں خلط یا تصحیف واقع ہوئی ہے، اور درحقیقت مقصود عبداللہ بن عمرو بن العاص ہی ہیں، نہ کہ عبدالرحمن بن عمرو بن العاص۔

اور یہ قول کہ "الجساسہ ہی دابہ ہے"، اسے قطعی طور پر زمخشری (الكشاف، ۳/۱۵۲)، نسفی (مدارك التنزيل، ۲/۶۲۱) اور بیضاوی (تفسير البيضاوي، ۴/۲۷۸) نے اختیار کیا ہے۔

یہ قول ابن اسحاق نے بیان کیا کہ زبیر بن عبد المطلب نے اس سانپ کے واقعے کے بارے میں اشعار کہے جس سے

قریش کعبہ کی تعمیر کے وقت ڈرتے تھے:

ُعجبت لما تصوبت العقاب
ُإلى الثعبان وهي لها اضطراب

ٌوقد كانت يكون لها كشيش
ُوأحياناً يكون لها وتاب

إذا قمنا إلى التأسيس شدت
ُتهيبُنا البناء وقد تُهاب

فلما أن خشينا الرجز جاءت

ُعقابٌ تتلئبُ لها انصباب

فضمّتها إليها ثم خلت

ُلنا البنيان ليس له حجاب

ٍفقمنا حاشدين إلى بناء

ُلنا منه القواعد والتراب

غداة ترفعُ التأسيسَ منه

ُوليس على مسوّينا ثياب

ٍأعز به المليكُ بني لؤي

ُفليس لأصله منهم ذهاب

ّوقد حشدت هناك بنو عدي

ُومرهُ قد تقدمها كتاب

ًفبوأنا المليكُ يداك عزا

(1) ُوعند الله يُلتمسُ الثواب

یہ قول فاکہی اور سخاوی نے ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے (2)، اور اسی طرح ابن عطیہ، قرطبی (صاحب الجامع لأحکام القرآن) نے بھی یہی قول نقل کیا اور ذکر کیا کہ النقاش نے بھی اسے

ابن عباسؓ سے نقل کیا (3)، نیز قرطبی (صاحب المفهم) اور الدميري نے بھی یہی قول ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا، اور الدميري نے ذکر کیا کہ محمد بن الحسن المقری نے اپنی تفسیر میں یہی قول بیان کیا اور اسے ابن عباسؓ کی طرف منسوب کیا، مگر بعد میں الدمیری نے اس قول کو کمزور قرار دیا اور کہا: "یہ قول غریب ہے" (5)، اور یہ بلا شبہ ایک غریب قول ہے جس پر کتاب و سنت سے کوئی صحیح دلیل

موجود نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے، واللہ اعلم۔

(1) سیرۃ ابن ہشام (1/198)، نیز دیکھیے: أخبار مکۃ از ازرقی (1/114)، التمهيد لابن عبد البر (10/35-42)

(2) أخبار مكة للفاكهي (4/37-38)، القناعة فيما يحسن الإحاطة من أشراط الساعة للسخاوي، ص 70

(3) المحرر الوجيز لابن عطيه (12/132)، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (13/156)، التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة للقرطبي (3/1336)

(4) المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم (7/240)

(5) حياة الحيوان (1/459)

اور اس قول کو ابن عباسؓ کی طرف سفارینی نے بھی منسوب کیا ہے، اور التمہید میں ابن عبد البر کا ایک قول عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے، جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عمرو بن دینار کہتے ہیں: وہ دابہ جو لوگوں سے کلام کرے گی وہی سانپ ہے جو اجیاد میں ڈال دیا گیا تھا، اور وہ صفا سے نکلے گا (1).

لیکن سفارینی کی یہ بات جتنی مجھے ملی، التمہید میں درست معلوم نہیں

ہوتی، کیونکہ ابن عبد البر نے التمھید میں صرف عمرو بن دینار کی خبر نقل کی ہے کہ ایک سانپ اجیاد میں پرندے نے پھینک دیا تھا، اور دابہ کے معاملے کی بالکل بات نہیں کی **(2)**، اور یہی بات ازرقی نے بھی ابن دینار سے بیان کی ہے **(3)**.

اور یہ قول کہ دابہ سانپ ہے، شوکانی نے بھی بغیر کسی نسبت کے اپنے تفسیر میں ذکر کیا ہے **(4)**، لیکن جیسا کہ گزر چکا ہے، اس قول پر کتاب یا سنت

کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

قول چہارم: یہ کہ دابہ نبی اللہ موسیٰؑ کی مشہور لاٹھی ہے۔ یہ قول ابن کثیر نے نقل کیا ہے مگر کسی قائل کی طرف منسوب نہیں کیا، جب کہ نبی اللہ موسیٰؑ کی لاٹھی کے بیان کے دوران یہ ذکر کیا، اور خود ابن کثیر نے اس پر رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہے (5)۔

(1) لوامع الأنوار (2/149)

(2) التمهيد لابن عبد البر (10/39)

(3) أخبار مكة (1/114)

(4) فتح القدير (4/151)

(5) تفسير ابن كثير (3/152)

اور یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں کتاب یا سنت سے کوئی صریح اور قابل اعتماد دلیل موجود نہیں، جس پر بھروسہ کیا جا سکے۔

نیز آیت اور احادیث میں جس دابہ کا ذکر ہوا ہے وہ ایک جانور ہے، نہ کہ کوئی بےجان چیز۔

اور اگر کہا جائے کہ اس بےجان چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرکت عطا کی جیسے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے واقعے میں

ہوا تھا — تو جواب دیا جائے گا: ہاں،
لاٹھی اور اس کے ذریعہ کیے گئے کام
اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ
کے ہاتھوں ظاہر کردہ نشانیوں اور
معجزات میں سے ایک تھے؛ لیکن جو
علامت یہاں بیان ہوئی ہے، اس کے بارے
میں جو کچھ آیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ
زمین کے جانوروں میں سے ایک دابہ ہے،
یعنی حیوان کی قسم سے ہے، نہ کہ
بےجان اشیاء کی قسم سے۔ اور دابہ کا
اصل مفہوم عربی زبان میں — جیسا

کہ پہلے بیان ہوا — ہر اُس جاندار پر
ہوتا ہے جو زمین پر چلتا ہے، نہ کہ
بےجان اشیاء پر۔ آج کل دابہ کے مفہوم
میں گاڑیوں اور ریلوں جیسے بےجان
اشیاء کو شامل کرنا صرف مجازاً ہے،
حقیقتاً نہیں، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

قول پنجم: دابہ ابلیس کی نسل سے ہے۔
اور اس قول پر دابہ جنات میں سے ہو
گی، نہ کہ انسانوں، جانوروں یا کسی
اور مخلوق میں سے۔ اس قول کو
حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا اور آخر میں

فرمایا: "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کتنا درست ہے" (1)۔ نیز انہوں نے ذکر کیا کہ اس قول کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی وہ روایت ہے جو الفتن میں نعیم بن حماد نے نقل کی ہے (2)۔

لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں دابہ کے ابلیس کی نسل سے ہونے کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اس حدیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ دابہ ابلیس کو قتل کرے گی یا اس کے منہ

پر مہر لگا دے گی۔ یہ وہی مفہوم ہے
جو الفتن نعیم بن حماد میں مروی ہے،
یا پھر وہ متن ہے جو حافظ ابن کثیرؒ
نے اپنی کتاب میں تفصیل سے نقل کیا
ہے (3)۔

(1) النهاية في الفتن والملاحم
(2/213)
(2) اس کی مفصل تحقیق اور اس کی
سند کی عدم صحت کا بیان مبحث
پنجم کے آخر میں دابہ کے اعمال کے
ذیل میں آئے گا۔

(3) دیکھیں: الفتن نعیم بن حماد (2/543–546, 654–655, 663–664)، اور النهاية في الفتن والملاحم (1/178–180, 219)

پس یہ قول ایسا ہے جس کی کوئی معتبر اور صحیح سند موجود نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے، اور جو کچھ دابہ کے بارے میں آیا ہے وہ اس

کے خلاف ہے، کیونکہ وہ زمین سے نکلنے والا جانور ہے، حیوانات کی قسم سے ہے، نہ کہ جنات یا کسی اور مخلوق کی قسم سے۔

قول ششم: دابہ کوئی جانور نہیں بلکہ ایک انسان ہے جو فصیح و بلیغ طریقے سے کلام کرتا ہے، اہل بدعت اور کافروں سے مناظرے کرتا ہے، ان سے بحث و مجادلہ کرتا ہے، تاکہ حق واضح ہو جائے، چنانچہ جو ہلاک ہو، دلیل کی روشنی میں ہلاک ہو، اور جو زندہ رہے

وہ دلیل کی روشنی میں زندہ رہے؛
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کے
بارے میں فرمایا: ﴿تُكَلِّمُهُمْ﴾ (۱).

اور دابہ کے انسان ہونے کے اس قول کو
اپنانے والے افراد اس بارے میں مختلف
آراء رکھتے ہیں، جن کا ذکر بعد کے
اقوال میں آئے گا۔ لیکن یہاں اس قول
سے مراد یہ ہے کہ دابہ ایک انسان ہے،
جو فصاحت سے بات کرتا ہے، اہل بدعت
و کفر سے مناظرے کرتا ہے، ان پر حجت
قائم کرتا ہے۔

اس قول کو بعض متاخر مفسرین نے اختیار کیا ہے، جیسا کہ ان سے یہ قول نقل کیا ہے: امام قرطبی صاحب الجامع لأحکام القرآن نے، اور ان کے شیخ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی نے، جو المفهم لما أشكل من تلخیص کتاب مسلم کے مصنف ہیں، نیز امام سخاوی اور امام شوکانی نے بھی (۲).

82 سورة النمل، آیت **(۱)**

دیکھیں: المفهم لما أشکل من (۲) تلخیص کتاب مسلم از ابو العباس القرطبی (7/240)، الجامع لأحکام القرآن از ابو عبد الله القرطبی (13/157)، التذکرۃ بأحوال الموتی وأمور الآخرۃ از ابو عبد الله القرطبی (3/1334–1335)، القناعۃ فیما یحسن الإحاطۃ من أشراط الساعۃ از السخاوی (ص 71)، فتح القدیر از شوکانی (4/151)

اور دونوں امام قرطبیوں نے اس قول کی کمزوری اور بطلان کو واضح کیا ہے، اور ان دونوں نے اس قول کے ضعف کے دلائل میں درج ذیل نکات بیان کیے:

اوّلاً: اس قول کے مطابق، قیامت کے دن دابہ کا ظہور کوئی خارقِ عادت نشانی نہیں ہوگی، اور نہ ہی وہ ان دس بڑی علامات میں سے ایک ہوگی جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے؛ کیونکہ اہل بدعت و کفر کے ساتھ مناظرہ اور مجادلہ کرنے والے لوگ ہر دور میں بہت سے موجود

رہے ہیں اور یہ عمل مخلوق کے درمیان مشہور ہے، لہٰذا اس کا اُن دس میں ذکر کرنا بے معنی ہوگا۔

ثانیاً: دابہ کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں، اور جو اس کے کام، صفات، اور اہل اسلام کے علماء کے اقوال میں بیان ہوا ہے، وہ سب اس قول کے مخالف ہیں اور اسے رد کرتے ہیں۔

ثالثاً: اس قول میں فصحاء اور بلغاء کی عادت سے انحراف ہے، اور اس میں

علماء کی توہین ہے، اور یہ عقلاء کا طریقہ نہیں۔ چنانچہ جو شخص اسلام کی سرحدوں کا دفاع کرتا ہو، اور اہل بدعت و کفر کے خلاف دلائل کے ساتھ کھڑا ہو، اسے "دابہ" کہنا، اس کے بجائے کہ اسے امام، عالم یا مصلح کہا جائے، عقل و دانش کے خلاف ہے۔ (۱)

(۱) دیکھیں: المفہم لما أشكل من تلخیص کتاب مسلم از ابو العباس القرطبی (7/240)، الجامع لأحکام القرآن از ابو عبد اللہ القرطبی

(13/157)، التذکرة بأحوال الموتی وأمور الآخرة از ابو عبد الله القرطبی (3/1334-1335).

قول ہفتم: زمین سے ایک دابہ کے نکلنے اور لوگوں سے بات کرنے کے اس مفہوم کا انکار جو زیادہ تر اہل اسلام کے نزدیک معروف ہے، اور اس کے قائل کے نزدیک قرآن کریم میں وارد "دابۃ" سے مراد خود انسان ہی ہیں، جو زمین سے

نسل در نسل نکلیں گے اور بولیں گے۔

اس قول کا قائل ڈاکٹر حسن الترابی ہے، جو ان دنوں امت کے سامنے کچھ ایسے فتاویٰ اور عجیب و غریب باتیں لے کر آیا ہے جن کی نہ کوئی لگام ہے نہ زمام؛ خواہ وہ عقیدہ سے متعلق ہوں یا فقہ سے، جیسا کہ وہ ندوی نشست جس کا عنوان تھا "تجديد الفكر الديني" جو ہفتہ کی شام (23 اپریل 2006ء) کو خرطوم یونیورسٹی میں طلبہ کے ایک ہجوم کے سامنے منعقد ہوئی۔

اس نشست میں اس نے بعض ایسے اسلامی عقائد کا انکار یا تاویل کی جو امت کا اکثر حصہ مانتا ہے، جیسے قیامت کی نشانیاں، اور آخرت و اس کی مقدمات کے بارے میں۔ اس کا کہنا تھا کہ:

عذابِ قبر کا کوئی وجود نہیں بلکہ >
اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ صرف رموز (علامات) ہیں.
یأجوج و مأجوج، دجال، وغیرہ علاماتِ قیامت کی حقیقت کو مؤول کیا.

مہدی کے ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار کیا۔

مسلمان عورت کا کتابی مرد سے نکاح جائز قرار دیا۔

اور جہاں تک دابہ کا تعلق ہے، تو "السودان الدولیة" اخبار میں ایک انٹرویو میں اس نے یوں کہا:

> " یأجوج و مأجوج قیامت کی نشانیاں نہیں۔ ایسی کوئی دابہ زمین

سے نہیں نکلے گی جس کے کان ہوں اور
جو لوگوں سے بات کرے۔ میں مسلمانوں
سے چاہتا ہوں کہ وہ آسمان سے امید
باندھ کر بیٹھ نہ جائیں کہ عیسیٰ یا
"۔دجال یا کوئی اور آئے گا

:اس نے مزید کہا

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ قیامت " >
اچانک آئے گی، جیسا کہ کئی آیات میں
:ہے؛ لیکن ہمیں ایک آیت میں بتایا گیا

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً ۚ{
مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا
لَا يُوقِنُونَ} (1)

> جب اللہ کا وعدہ پورا ہوگا تو دابہ
نکلے گی، لیکن حقیقت میں مراد یہ
نہیں کہ ایک دابہ نکلے گی جس کے کان
ہوں جیسا کہ بعض عجیب کتابوں میں
لکھا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ زمین

سے نکلیں گے (یعنی زندہ ہوں گے) اور

:بولیں گے

مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَٰذَا؟" یعنی: ہمیں "

ہمارے اس مرقد (قبر) سے کس نے

؟اٹھایا

پورا قرآن اسی حقیقت کی طرف >

"۔اشارہ کرتا ہے

پھر اس نے کہا کہ یأجوج و مأجوج کا ذکر ذوالقرنین کی کہانی میں آیا ہے:

(1) سورہ النمل 82

(2) یعنی: یأجوج و مأجوج

(3) سورۃ الکہف، آیات 83–99

(4) سورۃ الأنبیاء، آیت 97:

﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ﴾

اے میرے محترم بھائی! قرآن مستقبل میں پیش آنے والے کچھ حالات کی خبر دیتا ہے۔ یہ تمہارے دین میں ضرور واقع ہوں گے: کہ زمانہ طویل ہو جائے گا، اور تم میں کچھ ربانی اور احبار (علماء) پیدا ہوں گے، جو علم کو اپنے پاس محدود کر لیں گے، اور اسی علم کے ذریعے دنیاوی مال حاصل کریں گے، اور دین کو زندگی سے الگ کر دیں گے، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے کیا۔

اسی لیے تم اس وقت امن میں ہو؛ لیکن اس کے بعد دنیا بھر کی قومیں آپس میں مل جائیں گی، اور ایک دوسرے کے اندر گھل مل جائیں گی۔ یہ قیامت کی نشانیاں نہیں، بلکہ دنیا میں پیش آنے والے واقعات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بتایا تھا کہ تمہارے اندر "عضوض بادشاہت" ہوگی، جب کہ اس سے پہلے تمہاری حکومت شورائی طریقے سے راشدہ ہوگی، اور تمہارے ہاں مادی

ترقی ہوگی، اور عمارتوں میں اونچائی کا مقابلہ ہوگا...

اسی طرح لوگ اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں: ﴿فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا﴾ (1)

یعنی قیامت کی علامات آ چکی ہیں۔

لیکن "أشراطها" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک وہ رسول نہ بھیج دے۔

اور یہاں فعل ماضی "جَاء" استعمال ہوا، "سیجیء" (آئے گا) نہیں کہا۔

اور جہاں تک عذابِ قبر کا تعلق ہے، اور اس حدیث کا بھی جس میں نبی ﷺ نے دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے بتایا کہ ان میں دو لوگ عذاب میں مبتلا ہیں، ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے پاک نہیں رہتا تھا (2) — تو اس پر وہ کہتا ہے:

" پہلی بات: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ غیب نہیں جانتے، وہ خود قیامت کے دن جواب دہ ہوں گے، اور فرمائیں گے: میں تم پر

نگران نہیں تھا، اور میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے پیغام پہنچا دیا... اور یہ دونوں تو کافر تھے... اگر آپ جدہ میں کسی پرانی قبر کے پاس سے گزریں تو آپ اس سے کہہ سکتے ہیں: 'اے میری نانی'، حالانکہ وہ نانی نہیں بلکہ ہڈیاں ہیں! بھائیو! لوگ اس قبر کے مسئلے میں کیوں الجھے ہوئے ہیں؟! یہ سب علامتی باتیں ہیں۔ جسم روح کا استعارہ ہے؛ جب ہم جسم کو غسل دیتے ہیں تو ہم اللہ سے روح کی پاکیزگی کی

دعا کرتے ہیں۔ ہم کعبہ کا طواف کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کعبہ میں نہیں ہوتا۔ یہ سب رمزیات (استعارے) ہیں۔" (3)

حوالے:

(1) سورہ محمد، آیت 18

(2) حدیث:

رواه البخاري في صحيحه:

كتاب الوضوء، باب من الكبائر ألا يستتر من بوله (1/88، رقم 213)

كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر (1/458، رقم 1295)

كتاب الأدب، باب الغيبة (5/2249، رقم 5705)

باب النميمة من الكبائر (5/2250، رقم 5708)

ورواه مسلم في صحيحه:

كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول، ووجوب الاستبراء منه

(292 (1/203، رقم

.كلاهما عن ابن عباس رضي الله عنهما

(3) انظر: أقوال الترابي في صحيفة السودان الدولية، العدد 191، تاريخ 18/5/2006م، الصفحة الأخيرة.

یہ قول دونوں امام قرطبی رحمہما اللہ
کے پچھلے قول پر دیے گئے کچھ کلام
پر بھی منطبق ہوتا ہے، جیسا کہ وہ جو
آئندہ ذکر کیا جائے گا ان کے بارے میں
جو یہ کہتے ہیں کہ دابّہ حضرت علی بن
ابی طالبؓ یا کوئی اور شخصیت ہے، یا
جو یہ تاویل کرتے ہیں کہ دابّہ سے مراد
ہر وہ چیز ہے جو زمین پر چلتی ہے،

یعنی یہ کسی ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایک نوع (جنس) ہے۔

اس کے علاوہ خود سورۂ نمل کی آیت سے بھی اس قول کا رد کیا جا سکتا ہے، کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دابّہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگوں سے بات کرے گی۔ اگر دابّہ سے مراد خود انسان ہوں، تو وہ کس سے بات کرے گا؟ اور اگر انسان ہی دابّہ ہے اور وہی مخاطب ہے، تو پھر مخاطب کون ہے؟! پھر انسان کا بولنا کون سا معجزہ یا

حیرت انگیز بات ہے، جبکہ انسان تو فطرتاً بولنے والا ہے؟!

مجموعی طور پر، ڈاکٹر ترابی کا یہ کلام قرآن کریم اور صحیح احادیث کی صریح نصوص کے خلاف ہے جو دابّہ کے بارے میں آئی ہیں، اور یہ اسلام کے ائمہ و علما کے فہم کے بھی خلاف ہے۔ یہ ایک فاسد تاویل ہے جسے نہ قرآن سے تائید حاصل ہے اور نہ سنت سے۔

اسی طرح ان کا قیامت کی علامات کا انکار یا ان کی تاویل، اور یہ کہنا کہ عذابِ قبر ایک استعارہ (علامت) ہے، حقیقت نہیں—یہ تمام باتیں قرآن و سنت کی واضح نصوص کے خلاف ہیں اور امت کے علماء و سلف کے اجماع کے بھی خلاف ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ:

قیامت اور اس کی علامات پر ایمان لانا فرض ہے،

یومِ آخرت اور اس کی تمہیدات پر ایمان لانا واجب ہے،

عذابِ قبر یا اس کی نعمتیں واقعی، حق اور ثابت ہیں،

اور تمام غیبی امور پر ایمان لانا فرض ہے، چاہے عقل اس کا ادراک کرے یا نہ کرے، جب تک کہ وہ قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت ہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاء أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴾

(سورة محمد، آیت 18)

اور فرمایا:

﴿ هَلْ يَنظُرُونَ إِلا أَن تَأْتِيهُمُ الْمَلائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ

فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ}

(سورۃ الانعام، آیت 158)

اور فرمایا:

{يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ}

(سورۃ ابراہیم، آیت 27)

وقال الله تعالیٰ: فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ

سورة غافر، آیات 45–46

امام ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"نبی ﷺ نے جو کچھ خبر دی، اور جس کی روایت صحیح طریقے سے

منقول ہوئی، اس پر ایمان لانا واجب
ہے، چاہے وہ مشاہدہ میں آیا ہو یا ہم
سے غائب ہو، ہم جانتے ہیں کہ وہ حق
اور سچ ہے، خواہ ہم اسے سمجھیں یا
نہ سمجھیں، اور اس کے حقیقی معنی
تک رسائی حاصل ہو یا نہ ہو... ان ہی
میں سے قیامت کی نشانیاں ہیں، جیسے
دجال کا خروج، عیسیٰ بن مریم علیہ
السلام کا نزول اور ان کا دجال کو قتل
کرنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، دابّہ کا
خروج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،

اور اس جیسی تمام چیزیں جن کی نقل صحیح ثابت ہو چکی ہے۔ اور قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں حق ہیں، نبی ﷺ نے اس سے پناہ مانگی اور ہر نماز میں اس کا حکم دیا، اور قبر کی آزمائش (فتنہ) حق ہے، منکر نکیر کا سوال حق ہے، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے"۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب ما یستعاذ منه في الصلاۃ (1/344، رقم 588)

لمعة الاعتقاد، ص (٣) 101-111

قال المروزی: امام ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) نے فرمایا: "قبر کا عذاب حق ہے، اس کا انکار صرف گمراہ اور گمراہ کرنے والا شخص ہی کرتا ہے"۔

حنبل نے کہا: میں نے ابو عبداللہ سے قبر کے عذاب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "یہ احادیث صحیح

ہیں، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں، جو کچھ نبی ﷺ سے اچھی سند کے ساتھ آیا ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں، اگر ہم ان باتوں کی تصدیق نہ کریں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، اور ہم ان کو جھٹلائیں اور رد کریں، تو ہم اللہ کے حکم کو رد کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوه" (1)."

میں نے ان سے پوچھا: "کیا قبر کا عذاب حق ہے؟" انہوں نے فرمایا: "حق

ہے، لوگ قبروں میں عذاب دیے جاتے ہیں۔"

انہوں نے مزید فرمایا: "میں نے ابو عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا: ہم قبر کے عذاب، منکر نکیر پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس پر کہ بندے سے قبر میں سوال کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "يُثَبِّتُ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ۔" (2) یعنی قبر میں (3)

ترابی اور ان جیسے دیگر افراد کے بگاڑ کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے امورِ غیب کو انہی اصولوں پر پرکھنے کی کوشش کی جو وہ مشاہداتی دنیا (عالم الشہادہ) میں استعمال کرتے ہیں، انہوں نے غیب اور شہادہ میں فرق نہیں کیا، اور امورِ غیب کو شہادت کے پیمانوں سے پرکھا۔ انہوں نے یہ بھلا دیا کہ غیب کے معاملات صرف اور صرف خبر پر موقوف ہیں، اور ان کا علم صرف

وحی کے ذریعے اللہ کے رسولوں کو حاصل ہوتا ہے۔ **(4)**

ترابی کے یہ اقوال باطل تاویلات پر مبنی ہیں، جن پر ان سے پہلے فلسفیوں، معتزلیوں اور عقل پرستوں کے ایک گروہ نے عمل کیا، اور انہی کی راہ پر ترابی بھی چلے۔ **(5)**

حوالے:

(1) سوره الحشر، آیت 7

(2) سوره ابراہیم، آیت 27

(3) الروح، صفحہ 71؛ نیز ملاحظہ ہو: لوامع الأنوار للسفارينى (2/23)، والمسائل والرسائل المروية عن الإمام أحمد بن حنبل في العقيدة لعبد الإله الأحمدي (2/177-183)

(4) دیکھیں: التدمرية لابن تيمية (ص 46–57)، وشرح لمعة الاعتقاد لابن عثيمين (ص 113)

(5) ملاحظہ ہو:

منهج المدرسة العقلية الحديثة في التفسير لفهد الرومي (1/38–70، 284–311، 512–532، 733–803)

موقف المدرسة العقلية من السنة النبوية للأمين الصادق (1/55–92، 397–415؛ 2/183–279)

قولِ ہشتم: یہ کہ دابہ سے مراد انسانوں میں سے شریر لوگ ہیں، جو جہالت میں جانوروں کی مانند ہیں۔ یہ قول راغب اصفہانی نے بغیر کسی کے نام کے بیان کیا ہے۔ (1)

یہ قول بھی حق اور درستگی سے دور ہے، جیسے کہ سابقہ اور آئندہ اقوال، اس میں دلیل اور برہان کی کمی ہے، اور یہ ائمۂ اسلام کے فہم کے خلاف ہے، نیز اس پر بھی وہ تمام جوابات صادق آتے ہیں جو پچھلے اقوال پر دیے گئے۔

قولِ نہم: یہ کہ دابہ سے مراد علی بن ابی طالبؓ ہیں، جو آخر زمان میں واپس آئیں گے۔ یہ قول شیعہ کا ہے، جو رجعت کے قائل ہیں۔ (2)

حوالے:

(1) دیکھیں: المفردات في غریب القرآن للراغب الأصفهاني، صفحه 171

رجعت کا مطلب ہے موت کے بعد **(2)**
قیامت سے پہلے دنیا میں لوٹ کر آنا، یہ
شیعہ کی فاسد عقیدہ ہے، جو ان کے
نزدیک متفق علیہ ہے، اور یہ عقیدہ
یہودیوں سے مستعار ہے، جیسا کہ ان
کی محرف تورات اور اسفار میں مذکور
ہے کہ ان کے بعض مردے موسیٰؑ کے
زمانے میں واپس آئیں گے، اور ان کے
منتظر مسیح کی آمد پر بھی یہودی
واپس آئیں گے، نیز ان کے انبیاء اور

ربّیوں کو مردوں کو زندہ کرنے پر قادر مانتے ہیں۔

شیعہ کے نزدیک رجعت اللہ کا راز ہے، اور اس پر ایمان رکھنا غیب پر ایمان کی علامت ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق آئمہ، ان کے ماننے والے، اور ان کے دشمن جنہوں نے ایمان یا کفر کو خالص اپنایا ہو، وہ رجعت کریں گے، بشرطیکہ دنیا میں کسی عذاب کے ذریعے ہلاک نہ کیے گئے ہوں۔

تفصیل کے لیے دیکھیں:

مقالات الإسلاميين لأبي الحسن الأشعري (ص 86–88)

الفرق بين الفرق للبغدادي (ص 177–179)

الملل والنحل للشهرستاني (1/203–205)

بحار الأنوار للمجلسي (5/39، 144)

بذل المجهود في إثبات مشابهة الرافضة لليهود لعبد الله الجميلي (1/275-312)

اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس قول کے ثبوت کے طور پر علیؓ، بعض صحابہ کرامؓ، اور اہل بیت کے بعض ائمہ پر

جھوٹی روایات بھی گھڑ لی ہیں، جن
:میں سے چند درج ذیل ہیں

ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے
اپنی الکافی میں ابو جعفر کے واسطے
سے روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین علیؓ
:نے فرمایا
" میں اللہ کی طرف سے جنت و دوزخ
کے درمیان تقسیم کرنے والا ہوں، کوئی
داخل نہیں ہوگا مگر میرے فیصلے کے
مطابق، میں ہی الفاروق الاکبر ہوں، اور
میرے بعد امام بھی میں ہی ہوں، اور

اپنے سے پہلے کا پیغام پہنچانے والا

بھی، مجھ سے آگے کوئی نہیں بڑھا

سوائے احمد ﷺ کے، اور میں اور وہ

ایک ہی راہ پر ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ

وہ اپنے نام سے پکارے گئے، اور مجھے

چھ چیزیں دی گئی ہیں: موت و بلا کا

علم، وصیتوں کا علم، فیصلے کی

صلاحیت، اور میں ہی کروں گا کئی بار

واپسی (رجعت)، اور سلطنتوں کا

اختیار میرے پاس ہوگا، اور میں ہی

عصا، داغنے کا نشان، اور وہ دابہ ہوں
جو لوگوں سے کلام کرے گا-" (1)

محمد باقر مجلسی نے بحار الأنوار میں
ابو عبد اللہ الجدلی کے واسطے سے نقل
کیا ہے کہ علیؓ نے فرمایا:
" میں اللہ کا بندہ ہوں، میں زمین کی
وہ دابہ ہوں؛ جو سچ کہنے والا اور
عدل پر قائم ہے، اور اپنے نبی کا بھائی
ہوں-" (2)

اسی کتاب میں عبایة بن ربعی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے علیؑ سے آ کر پوچھا: "مجھے دابہ کے بارے میں بتائیے-"

علیؑ نے فرمایا: "وہ ایک مؤمن دابہ ہے، قرآن پڑھتی ہے، رحمن پر ایمان رکھتی ہے، کھانا کھاتی ہے، بازاروں میں چلتی ہے-" (3)

اور اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: "میں امیر المؤمنینؑ کے پاس داخل ہوا جبکہ وہ روٹی، سرکہ اور تیل

کھا رہے تھے، تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (4)

تو یہ دابہ کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا: یہ وہ دابہ ہے جو روٹی، سرکہ اور تیل کھاتی ہے". (5)

علامہ آلوسی نے علی بن ابراہیم (جو شیعہ کے بڑے مفسرین میں سے ہیں) کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں ابو عبد اللہؒ سے نقل کیا:

ایک شخص نے عمار بن یاسرؓ سے کہا:

"اے ابا الیقظان! قرآن کی ایک آیت نے میرا دل خراب کر دیا ہے۔"

عمار نے پوچھا: "کون سی آیت؟"

تو اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم﴾ (6)"

حوالے:

(1) الأصول من الكافي (1/198)،

بحار الأنوار: نيز ديكهيں (53/119)

(2) بحار الأنوار (53/110)

(3) بحار الأنوار (53/110-111)

(4) آيت سورة النمل، 82

(5) بحار الأنوار (53/112)

(6) آيت سورة النمل، 82

آیتِ مبارکہ پر اس شخص نے حیرت سے
سوال کیا: تو یہ کیسی دابہ ہے؟
عمارؓ نے جواب دیا: "اللہ کی قسم! میں
نہ بیٹھوں گا، نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا
جب تک تمہیں وہ دابہ نہ دکھا دوں۔"
پھر عمارؓ کچھ لوگوں کے ساتھ امیر
المؤمنین علیؓ کے پاس آئے، اس وقت
علیؓ کھجور اور مکھن کھا رہے تھے،
عمارؓ نے کہا: "اے ابا الیقظان! آؤ۔"
چنانچہ عمارؓ بیٹھ کر ان کے ساتھ
کھانے لگے۔
وہ شخص یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

جب عمارؓ کھا کر اٹھے، تو اُس شخص نے کہا: "سبحان اللہ! تم نے قسم کھائی تھی کہ نہ بیٹھو گے، نہ کھاؤ گے، نہ پیو گے جب تک مجھے دابہ نہ دکھا دو".

تو عمارؓ نے کہا: "میں نے تمہیں دکھا دی اگر تم سمجھ رکھتے ہو". (1)

علامہ آلوسی نے عمارؓ کی یہ کہانی نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"عیاشی نے یہی قصہ ابو ذرؓ سے بھی روایت کیا ہے، اور ان کا اس بارے میں

جتنا بھی کلام ہے، وہ سراسر صریح جھوٹ ہے، اور اس میں رجعت کا عقیدہ موجود ہے جس پر ان کے پاس کوئی معتبر دلیل نہیں۔" (2)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے جابر بن یزید الجعفی کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ کہتا تھا: "زمین کی دابہ علیؓ ہیں۔" (3)

اور جابر الجعفی جس نے یہ بات کہی، اس کے متعلق امام ذہبی نے جرح و

تعدیل کے علماء کے اقوال نقل کیے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

وہ غالی شیعہ تھا، صحابہ کرامؓ پر طعن کرتا تھا، رجعت پر ایمان رکھتا تھا، عبد اللہ بن سبأ کے پیروکاروں میں سے تھا، اس کی حدیث نہ لکھی جاتی ہے اور نہ اس سے روایت کی جاتی ہے۔ (4)

حوالے:

(1) روح المعانی (22/20)

(2) روح المعانی (22/20)

(3) میزان الاعتدال (1/384)

(4) میزان الاعتدال

(1/379-384)

۱) سورۃ النمل، آیت 82

اور جب ان پر بات واقع ہو جائے گی تو

ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور

نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ

لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے.

:ترجمہ متن (٢
اور یہ عقیدہ آج بھی شیعہ حضرات رکھتے ہیں، جو کوئی ان کی ویب سائٹس کا مشاہدہ کرے گا اسے اس قسم کے بہت سے اقوال ملیں گے، جن میں سے ایک شیعہ مرجع آیت اللہ العظمٰی محمد تقی الدین المدرسی کا قول ہے، جو اُنہوں نے اپنی تفسیر من ہدی القرآن میں سورۂ نمل کی آیت کی

تفسیر کرتے ہوئے اپنی ویب سائٹ پر لکھا:

ابو بصیر نے کہا کہ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ مسجد میں امیر المؤمنین (علیؑ) کے پاس پہنچے، جو ریت جمع کر کے اس پر سر رکھے ہوئے بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے اُن کے پیر سے حرکت دی اور فرمایا: اُٹھو اے زمین کی دابہ.

تو صحابہ میں سے ایک نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے

بعض ایک دوسرے کو اس نام سے

پکاریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم!

یہ صرف علیؑ کے لیے خاص ہے، وہی

دابہ ہے جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں

ذکر فرمایا: ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ

أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُم﴾

پھر فرمایا: اے علی! جب آخری زمانہ آ

جائے گا، تو اللہ تمہیں بہترین صورت

میں ظاہر کرے گا، تمہارے ساتھ ایک

داغ دینے والا نشان (میسم) ہوگا جس سے تم اپنے دشمنوں کو داغ دو گے"۔

۳) بحوالہ: بذل المجهود في إثبات مشابهة الرافضة لليهود، عبد الله الجميلي، ۲/۴۶۹

(یہ بات اس کتاب میں بطور حوالہ مذکور ہے کہ علیؓ کو دابۃ الارض کہنا اُن کی توہین ہے، اور ایسی بات عقل و شریعت دونوں کے لحاظ سے غلط ہے۔)

۴) یہ عقیدہ کہ علیؓ ہی دابۃ الارض ہیں، دراصل ایک قدیم شیعہ عقیدہ ہے، جو اُنہوں نے یہودیوں سے عبد اللہ بن سبأ کے ذریعے اخذ کیا۔

بحوالہ جات:

مقالات الإسلاميين از ابو الحسن الأشعری، صفحہ ۸۶–۸۸

الفرق بين الفرق از البغدادی، صفحہ ۱۷۷–۱۷۹

الملل والنحل از الشهرستانی، جلد ۱، ۲۰۳–۲۰۴ صفحه

بذل المجهود از عبد الله الجميلي، جلد ۱، ۲۹۸–۲۹۹ صفحه

رأس الجالوت (۱

یہ یہودیوں کے سردار و پیشوا کا لقب تھا، اور ان کے نزدیک "رأس الجالوت" نبی اللہ داودؑ کی اولاد میں سے ہوتا تھا۔

الفصل لابن حزم **1/246**، الإصابة) لابن حجر **4/766**، فتح الباري لابن حجر **10/593**(

بحار الأنوار للمجلسي **53/112**، (٢ مختصر بصائر الدرجات للحلي ص **209**

اس روایت میں ہے کہ معاویہ نے اَصْبَغ بن نباتہ سے کہا: اے شیعو! تم یہ

عقیدہ رکھتے ہو کہ علیؓ دابۃ الارض ہیں؟

اَصْبَغ نے کہا: ہم بھی یہی کہتے ہیں اور یہود بھی یہی کہتے ہیں۔

پھر معاویہ نے "رأس الجالوت" (یہودیوں کے سردار) کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے ہاں دابۃ الارض کا ذکر پایا جاتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں، یہ ایک مرد ہے۔

معاویہ نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: ایلیا۔

تو معاویہ نے اَصْبَغ کی طرف دیکھا اور کہا: اے اصبغ! علیؓ اور ایلیا میں کتنی مشابہت ہے!

۳) لوامع الأنوار للسفاريني 2/147

سفارینی نے شیعہ قول کا رد دو طریقوں سے کیا:

پہلا، حضرت علیؓ سے منقول ایک اثر کے ذریعے جس سے شیعہ قول کی تردید ہوتی ہے۔

دوسرا، جابر الجعفی کے قول کا رد جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔

۴) ميزان الاعتدال للذهبي 4/340-343، تقريب التهذيب لابن حجر ص 464

یہ حوالہ ليث بن أبي سليم کی تضعیف کے بارے میں ہے جو روایت کے راوی ہیں، اور جن پر ضعف کا حکم ہے۔

۵) تفسير ابن أبي حاتم 9/2924، الدر المنثور للسيوطي 11/409

نَزَّال بن سَبْرَہ سے مروی ہے کہ علی بن أبي طالبؓ سے کہا گیا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ دابۃ الارض ہیں۔

تو علیؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! دابۃ الارض کے پر اور روئیں ہوں گے، اور میرے پاس نہ پر ہیں نہ روئیں۔

اس کے کھُر ہوں گے، اور میرے کھُر نہیں۔

وہ بہترین گھوڑے کی دوڑ میں تین بار نکلے گی، اور ابھی اس کا تیسرا حصہ بھی ظاہر نہیں ہوا۔

١) الملل والنحل للشهرستاني (1/198–203)

اس حوالے میں شیعہ امامیہ کا عقیدہ ذکر ہوا ہے کہ ان کے مطابق دابۃ الارض سے مراد امام مہدی ہیں، جو ان کے عقیدے کے مطابق 255 ہجری میں سامرہ عراق کے سرداب میں غائب ہو

گئے تھے، اور آخری زمانے میں واپس آئیں گے۔

٢) موقع مكتبة العقائد الإمامية، كتاب الرجعة (ص 31)، نقلاً عن تفسير الأمثل للشيخ ناصر مكارم الشيرازي (12/129)، عن تفسير أبي الفتوح (8/423)

اس ویب سائٹ پر کتاب الرجعة کے حوالے سے شیعہ عالم ابو الفتوح الرازی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ: "ہمارے اصحاب سے منقول روایات کے مطابق

دابۃ الارض دراصل مہدی صاحب الزمان

"-کی کنایت ہے

بذل المجهود في إثبات مشابهة (٣

الرافضة لليهود لعبد الله الجميلي

(1/225-274)

اس کتاب میں اہل سنت کے عقیدۂ

مہدی اور شیعہ مہدی کے عقیدے کے

درمیان تفصیلی فرق بیان کیا گیا ہے،

نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ شیعہ

مہدی کی صفات یہودیوں کے "مسیح

-موعود" سے مشابہت رکھتی ہیں

۱) بحار الأنوار للمجلسي (53/112)، ومختصر بصائر الدرجات للحلي (ص 209)

ان دونوں شیعہ کتب میں علی رضی اللہ عنہ کو دابۃ الارض قرار دینے کی روایات ذکر کی گئی ہیں، اور اسی سیاق میں یہودیوں کا عقیدہ نقل کیا گیا ہے کہ دابۃ الارض ایلیا (یعنی نبی الیاسؑ) ہے۔

٢) قصص الأنبياء لابن كثير (ص 464، 468)

ابن کثیر رحمہ اللہ کے مطابق ایلیا سے مراد نبی الیاسؑ ہیں، بعض نے انہیں ادریسؑ کہا ہے، مگر ابن کثیر نے اس قول کو کمزور قرار دیا ہے۔

٣) قصص الأنبياء لابن كثير (ص 464–465)، الارتباط الزمني والعقائدي بين الأنبياء والرسل لمحمد وصفي (ص 262–273)، والله

والأنبياء في التوراة والعهد القديم للبار (ص 514–519)، وقاموس الكتاب المقدس (ص 144–145)

ان مصادر میں یہ ذکر ہے کہ یہود ایلیا کو ایک عظیم نبی مانتے ہیں اور ان کے آنے کا انتظار کرتے ہیں۔ عید فصح کے موقع پر ان کے لیے ایک خاص خالی نشست رکھی جاتی ہے جس پر کھانا اور شراب (نبیذ) رکھ دی جاتی ہے، یہود کا عقیدہ ہے کہ ایلیا آخری زمانے میں دوبارہ ظاہر ہوں گے۔

سفر ملاخي، الإصحاح 4، الفقرتان (۴
5–6

" دیکھو! میں تمہارے پاس ایلیا نبی کو بھیجوں گا، خداوند کے بڑے اور ہولناک دن سے پہلے، تاکہ وہ باپوں کے دل بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دل باپوں کی طرف پھیر دے، ایسا نہ ہو کہ آؤں اور زمین کو لعنت کے ساتھ ماروں"۔

(466 قصص الأنبياء (ص (۱

ابن کثیر رحمہ اللہ نے وھب بن منبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "جب الیاسؑ نے اپنی قوم کی طرف سے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیے جانے پر اللّٰہ سے دعا کی کہ اسے اپنی طرف بلا لے، تو اس کے پاس ایک جانور آیا جس کا رنگ آگ کی مانند تھا، وہ اس پر سوار ہو گئے۔ اللّٰہ نے اسے پر عطا کیے، نور کا لباس پہنایا، کھانے پینے کی خواہش ختم کر دی، اور وہ ایک فرشتہ نما، آسمانی و زمینی مخلوق بن گئے۔ پھر

انہوں نے الیسع بن اخطوب کو وصیت کی۔"

(قصص الأنبیاء (ص **466**) ۲)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے وہب کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "اس میں نظر ہے، یہ اسرائیلیات میں سے ہے جن کی نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ اس کی صحت بعید ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔"

سفر الملوك الثاني، الإصحاح ٢، (٣ 18 - 1 الفقرات

یہ واقعہ بائبل کے عہد قدیم میں سفر الملوك الثاني (Second Book of Kings) میں بھی مکمل تفصیل کے ساتھ موجود ہے، جہاں بتایا گیا ہے کہ ایلیا نبی آگ کے رتھ پر آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے۔

قول نمبر ۱۲: دابہ سے مراد کمپیوٹر سے
لیس انسان نما مشینی مخلوق (روبوٹ)
ہے، جو ہر قوم سے اس کی زبان میں
بات کرے گا۔ اس قول کا قائل ایک
عجیب و غریب شخص ہے جس کا نام
"بنور صالح" ہے۔ وہ اپنے بارے میں
کہتا ہے کہ اللّٰہ نے اسے بھیجا تاکہ وہ
لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف
لے جائے، اور وہ "رجل الساعۃ"
(قیامت کا مرد) ہے، اللّٰہ نے اسے قیامت
کا علم عطا کیا ہے، اور اسے ہر اس چیز

کی معرفت الہام کی ہے جو قیامت سے
متعلق ہے، اور یہ سب ایک سلسلہ
اشارات کے ذریعے اسے دکھایا گیا۔ وہ
دعویٰ کرتا ہے کہ اللّٰہ نے اسے حکم دیا
کہ لوگوں کو ان کی طرف نازل کردہ
اور قرآن میں ان سے چھپائی گئی باتوں
کو واضح کرے، اور وہ مختلف مکاتب
فکر کے علما کو مناظرے اور اپنی باتوں
کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اس قول کے ذریعے اس نے نبی اکرم ﷺ
سے بھی بڑھ کر دعویٰ کر ڈالا، حالانکہ

اللہ نے نبی کریم ﷺ پر دین کو مکمل فرمایا، اور ان پر ایک ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) " الیَوْمَ أَكْمَلتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلام"

سورۃ المائدہ، آیت ۳

(۲) "مَّا فَرَّطْنَا في الكِتَابِ مِن شَيْء"

سورۃ الأنعام، آیت ۳۸

اور وہ اسلام جس کی طرف یہ شخص دعوت دیتا ہے، وہ نبی محمد بن عبداللہ ﷺ کے لائے ہوئے اسلام سے مکمل مختلف ایک دین ہے۔

دابہ کے بارے میں اس کا قول سب سے عجیب اور کمزور اقوال میں سے ہے۔
اس کا اس بارے میں اصل متن یہ ہے:

"اور ان مخلوقات میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں، اور جو تمام مخلوقات کی نمائندگی کرتی ہے، وہ ہے: کمپیوٹر سے

لیس انسان نما مشین، یہی وہ دابہ ہے
جسے اللّٰہ قیامت کے دن اپنے حکم سے
نکالے گا تاکہ گواہی دے کہ لوگ اللّٰہ کی
آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔"

اور وہ مزید کہتا ہے:

" پس کمپیوٹر ہی وہ دابہ ہے جسے اللّٰہ
کل قیامت کے دن نکالے گا، ایک انسان
نما مشین کی صورت میں، تاکہ گواہی
دے کہ وہ اللّٰہ کو واحد مانتا تھا، اور
وہ لوگوں کو اللّٰہ کی عظمت اور توحید

کی حقیقت بیان کرتا رہا، ان عجائبات
کے ذریعے جو وہ ان کے لیے بناتا رہا،
ایسی واضح نشانیاں جو دنیا میں پھیل
گئیں، وہ گواہی دے گا کہ یہ لوگ موحد
نہ تھے، نہ انہوں نے ان نشانیوں پر
ایمان لایا، نہ ہی ان چیزوں پر جو اللہ
نے ان پر نازل کیں."

مآخذ: بنور صالح کی ویب سائٹ (۳)
http://mosque.electronic.iquebec.com
http://www.arabtopics.com

تاریخ: 24 مارچ 2006

مزید دیکھیں: "قضايا عربية" ویب سائٹ

یہ قول بھی جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا اور جیسا کہ آگے بھی ذکر آئے گا، ان فاسد تاویلات اور اقوال میں

سے ہے جو قرآن و سنت کے صریح اور
واضح نصوص کے خلاف ہیں۔ اور شاید
اس قول کا صرف بیان ہی اس کے رد
کے لیے کافی ہو، کیونکہ دابہ جس کا
ذکر اللہ اور اس کے رسول نے کیا ہے،
وہ واضح عربی زبان میں بیان کیا گیا
ایک غیر معمولی معاملہ ہے، اور یہ دابہ
لوگوں سے کلام کرے گی اور ان پر
نشان لگائے گی۔ یہ ایک خاص جانور
ہوگا، انسان نہیں، چہ جائیکہ وہ انسان

نما مشین ہو جو کمپیوٹر کے ذریعے ہر
زبان میں بات کرے!

قول نمبر ۱۳: دابہ ایک جانورِ مخصوص
نہیں بلکہ ہر اس مخلوق کو کہتے ہیں
جو زمین پر چلتی پھرتی ہے، یعنی دابہ
ایک اسم جنس ہے۔ ہر ملک میں ایک
دابہ ہوگی، جو اسی زمین میں موجود
اپنی نوع کی نمائندگی کرے گی۔ اس
لحاظ سے دابہ کوئی فرد نہیں بلکہ ایک
قسم یا نوع ہے۔

یہ قول دابہ کے جانور ہونے کا ذکر تو کرتا ہے، مگر اس کی نوعیت یا حقیقت کو متعین نہیں کرتا۔ یہ قول بغیر کسی قائل کی نسبت کے بیان کیا ہے: ابن عطیہ، ابو حیان، الدميري اور البرزنجي نے۔ اسی طرح شیخ محمد بن یوسف الكافي نے بھی بعض معاصرین سے اس قول کو نقل کیا اور اسے فاسد اور حق و صواب سے دور قرار دیا۔ (۲)

ابو حیان نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہا:

صحیح اور ظاہر بات یہ ہے کہ ایک " <
دابہ ہی نکلے گی، نہ کہ مختلف دابے۔
روایت آئی ہے کہ ہر ملک میں ایک دابہ
نکلے گی جو اسی زمین کی نوع ہوگی،
یعنی ایک سے زیادہ دابے ہوں گے، اس
صورت میں 'دابہ' اسم جنس ہوگا۔"
(۳)

البرزنجي کہتے ہیں:

پھر میں نے ابن علان کو ان کے " >
تفسیر ضیاء السبیل میں دیکھا، جس
میں وہ لکھتے ہیں: 'کہا گیا ہے: ہر ملک
میں ایک دابہ نکلے گی جو اسی زمین
کی نوع ہوگی، اور یہ ایک نہیں ہوگی،
تو دابہ اس قول میں اسم جنس ہوگا۔'
(۴) "۔ختم ہوا

المحرر الوجيز لابن عطيه (١)

(١٢/١٣٢)، النهر الماد من البحر المحيط

لأبي حيان (٢/٦٣٥)، حياة الحيوان

للدميري (١/٤٥٩)، الإشاعة لأشراط

الساعة للبرزنجي (ص ٣٠٥)

المسائل الكافية في بيان وجوب (٢)

صدق خبر رب البرية (ص ١٣٧)

النهر الماد من البحر المحيط (٣)

(٢/٦٣٥)

(٤) الإشاعة لأشراط الساعة (ص ٣٠٥)

اور برزنجي نے کہا: "پھر میں نے ابن علان کو ان کی تفسیر ضیاء السبیل میں دیکھا، وہ کہتے ہیں: 'کہا گیا ہے کہ ہر ملک میں اسی زمین کی نوع کی ایک دابہ نکلے گی، اور وہ ایک نہیں ہوگی، پس اس قول میں دابہ اسم جنس ہوگا۔' ختم ہوا (4)"

قول نمبر 14:

یہ قول پچھلے قول سے پیدا ہوا ہے۔ پچھلے قول میں جانور کی نوع اور

حقیقت کی کوئی تعیین نہیں تھی، لیکن
اس قول میں جانور کی نوع اور
تشخیص بیان کی گئی ہے۔ بلکہ اس میں
دعویٰ کیا گیا ہے کہ دابہ ظاہر ہو چکی
ہے، اور مخلوقات کے درمیان موجود ہے،
اور وہ خطرناک اور چھوٹے جراثیم ہیں؛
جو جان، مال اور پھلوں کو تباہ کر
دیتے ہیں، اور یہ سب انسانوں کے
گناہوں، ظلم اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو
توڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ قول محمد فهيم أبو عبية نے اختیار کیا اور اس کی حمایت کی، جب وہ حافظ ابن کثیر کی کتاب النهاية في الفتن والملاحم کی تحقیق اور تعلیق کر رہے تھے۔ وہ حافظ ابن کثیر کے دابہ کے بارے میں کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دابہ ظاہر ہو چکی ہے، پھیل چکی " <
ہے، اور بڑھ گئی ہے۔ دابہ ایک اسم جنس ہے، جو ہر چلنے والے پر صادق آتا ہے۔ یہ کوئی عجیب و غریب خصوصیات

والا مخصوص جانور نہیں جس کی
"حقیقت عقل و تصور سے ماورا ہو۔
(1)

:انہوں نے یہ بھی کہا

کیوں نہ یہ مانا جائے کہ دابہ کا " <
انسان سے کلام کرنا زبانِ حال سے ہو،
نہ کہ زبانِ قال سے؟! اور تکلیم کے
بعض معانی میں `زخم دینا' بھی شامل
ہے؛ کہا جاتا ہے: کلمه کلماً یعنی اسے

زخم دیا، اور کلمہ تکلیماً یعنی اسے بہت سے زخم دیے؛ تو پھر کیوں نہ اس آیت کو اس معنی پر محمول کیا جائے؟ (2) کوئی چیز اس کی ممانعت نہیں کرتی".

حوالہ جات:

(1) نهاية البداية والنهاية في الفتن والملاحم لابن كثير، تحقيق: محمد فهيم أبو عبية، ص **199**، نقلاً عن إتحاف

الجماعة للشیخ حمود التویجری (3/186)

(2) مزید دیکھیے: عمل الدابة ووظیفتها کے عنوان کے تحت علماء کے اقوال اور تکلیم سے مراد کی تفصیل

اور ممکن ہے کہ مراد دابہ سے وہ خطرناک جراثیم ہوں جو انسان، اس کے جسم، صحت اور مال (کھیت، پھل اور مویشی) کو ہلاک کر دیتے ہیں؛ یہ اس

کے بعض گناہوں اور برے کاموں کی
سزا ہو، اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی
حدود سے تجاوز کرنے پر اس کا بدلہ۔
یہ خطرناک نقصان دہ جراثیم ہر جگہ
پھیلے ہوئے ہیں، تقریباً پوری زمین پر
چھا چکے ہیں، اور فضاء کی تہوں کو
بھر چکے ہیں۔ یہ زخم لگاتے ہیں اور
مارتے ہیں، اور ان کے زخم دینا اور
اذیت پہنچانا انسان کے لیے وعظ آمیز
کلمات ہیں — اگر ان کے دل ہوتے جو
انہیں اللّٰہ کی طرف لوٹا دیتے، اس کے

دین کی طرف رہنمائی کرتے، اور انہیں
اس سیدھے راستے پر واپس لاتے جسے
وہ بھول کر پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ اور
زبانِ حال، زبانِ قال سے زیادہ مؤثر ہے۔
صحیح احادیثِ نبویہ اور قرآن کی آیاتِ
کریمہ کی ایسی تفسیر کرنا جو حقیقت
کے قریب ہو، عقل و منطق کے مطابق
ہو، اور زندگی کی فطرت سے ہم آہنگ
ہو — یہ خیالی باتوں میں غرق ہونے
سے بہتر ہے۔

(١) نهاية البداية والنهاية في الفتن والملاحم لابن كثير، تحقيق محمد فهيم أبو عبية، ص **190**، نقلاً عن إتحاف الجماعة للشيخ حمود التويجري **(3/182-183)**

:15 قول نمبر

یہ قول پچھلے اقوال جیسا ہی ہے، مگر فرق یہ ہے کہ ابو عبیۃ نے کہا کہ دابہ جراثیم ہیں، جب کہ اس قول میں کہا

گیا ہے کہ دابہ موجودہ دور کے کیڑوں (حشرات) میں سے ایک قسم ہے جو آئندہ زمانے میں بہت زیادہ پھیل جائے گی، لوگوں پر حملہ کرے گی اور ان کی تباہی کا سبب بنے گی، باوجود اس کے کہ یہ کمزور اور بے بس ہوں گے۔

یہ قول محمد فرید وجدي نے اختیار کیا ہے، جو مشہور انسائیکلوپیڈیا دائرة معارف القرن العشرین کے مصنف ہیں۔ انہوں نے دابہ کے بارے میں گفتگو کرتے

ہوئے مفسرین کے اقوال ذکر کرنے کے
بعد کہا:

اس آیت کی تفسیر میں سب سے " >
بہتر بات جو ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے
کہ "تکلمھم" کا مطلب ہے "تجرحھم"
(انہیں زخمی کرے گا)، کیونکہ "کلم"
کا مطلب ہوتا ہے "زخم دینا"۔
پس آیت کا مطلب ہوگا: جب جھٹلانے
والوں پر عذاب کا وقت آئے گا تو ہم ان
کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے
جو انہیں زخمی کرے گا۔

اس میں کوئی مانع نہیں کہ یہ جانور
موجودہ حشرات میں سے ہو، اور آئندہ
کسی وجہ سے بکثرت ظاہر ہو۔
اس کا لوگوں پر حملہ کرنا — باوجود
اس کے کہ وہ کمزور اور چھوٹے ہیں —
اور انسانوں کا انہیں برداشت نہ کر
سکنا، جبکہ وہ علم و چالاکی میں اتنے
بڑھ چکے ہوں گے — یہ اللہ کی ایک
نشانی ہوگی۔
یہ وہ بات ہے جس پر دل مطمئن ہوتا
ہے۔
اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔"

دائرة معارف القرن الرابع عشر (٢)

(14/4) ((العشرین

:16 قول نمبر

یہ قول پچھلے تین اقوال سے مشابہ ہے۔

اس قول کے قائل فرید عباس رجاء

قبطني نے کہا ہے کہ سورہ نمل اور

احادیثِ نبویہ میں جس دابہ (جانور)
کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد چیونٹی ہے۔
ان کے بقول، یہ بات (ان کی سمجھ کے
مطابق) اس سورت کے نام سے اور
حضرت سلیمانؑ کے قصے میں چیونٹی
کے کلام سے سمجھی جا سکتی ہے،
:جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ ۞{ <
نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا
يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا
يَشْعُرُونَ۞}

(18 سورة النمل، آیت)

اسی طرح، اسی مقام پر جہاں انہوں نے دابہ کا ذکر کیا، انہوں نے دخان اور مسیح دجال کی علامات کی بھی تاویلات کیں، اور کہا کہ یہ دونوں علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور آج لوگوں کے درمیان موجود ہیں.

انہوں نے کہا کہ:

دخان سے مراد ہے:

تمباکو نوشی سے پیدا ہونے والا ذاتی دھواں۔

اور صنعتی آلودگی سے پھیلا ہوا اجتماعی دھواں، جو زندگی اور کرۂ ارض کے مستقبل کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔

دجال سے مراد ہے:

ایک علامتی شے، جو ہر اس چیز کی نمائندگی کرتی ہے جو انسان کو یہ وہم دیتی ہے کہ اللہ پر ایمان اور دین کی پیروی پرانی داستانیں اور بے بنیاد باتیں ہیں — یعنی دجل و فریب.

انہوں نے دجال کے ظاہر ہونے کی دلیل یہ دی کہ:

آج کے دور میں انسانیت کی " >
روحانی کوششوں کو ختم کرنے کی

کوشش، تاریخ میں کبھی اتنی شدت کو نہیں پہنچی جتنی اب ہو چکی ہے-"

طلوع الشمس من مغربها علم للساعة، مبحث "كشف الغطاء"، مؤلف: فريد عباس رجاء قبطني، چوتھی اشاعت، 2004، جنوری

موجود بر: المركز الدولي للبحث العلمي بباريس

http://www.cirs-tm.org

:17 قول نمبر

یہ قول بھی پچھلے چار اقوال کے

مشابہ ہے، جسے بدیع الزمان سعید

النورسی نے پیش کیا، جو "الشعاعات"

کے مصنف ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب کے

پانچویں شعاع میں اشراطِ الساعة

(قیامت کی نشانیاں) کی تاویلات کی

ہیں، سوائے ایک علامت کے — یعنی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، جسے انہوں نے بدیہی اور واضح قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ قیامت کی نشانیاں مبہم ہیں، ان کے الفاظ صریح نہیں، اور وہ تاویل کے محتمل ہیں، جیسے قرآن کی کچھ متشابہ آیات۔

ان تاویلات میں انہوں نے دجال کے متعلق کہا:

دجال دراصل باطل اور الحاد کی علامت ہے۔

یہ کوئی ایک دجال نہیں بلکہ بہت سے دجاجلہ (باطل پرست لوگ) ہیں۔

احادیث میں جو دجال کی حیرت انگیز طاقتوں، سفر و حرکت، اور فتنوں کا ذکر ہے، وہ دراصل دجاجلہ کے فتنہ انگیز اور فاسد ہتھکنڈوں کا استعارہ ہے۔

یہ لوگ دنیا بھر میں فتنہ پھیلائیں گے، شہوات کو بھڑکائیں گے، اور لوگوں کی خواہشات کو ابھاریں گے.

ان کی خبریں جدید ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے دنیا کے ہر کونے تک پہنچیں گی.

اسی طرح انہوں نے یأجوج و مأجوج کے متعلق کہا:

یہ دراصل منگول، تاتار، اور کچھ چینی قبائل کی طرف اشارہ ہے، جو ماضی میں ایشیا اور یورپ کی کئی ریاستوں اور شہروں کو تباہ کر چکے ہیں۔

ان میں وہ دہشتگرد بھی شامل ہیں جو کمیونسٹ تحریکوں میں مشہور ہیں۔

یہ لوگ اشتراکی افکار کے حامل ہیں، جنہوں نے بلشویک انقلاب (سوویت انقلاب) کے ذریعے کئی مقدسات کو تباہ کیا۔

(1) دیکھیں: بدیع الزمان سعید النورسی کی کتاب الشعاعات، الشعاع الخامس، صفحات 102 تا 126۔

اور جہاں تک ہمارے زیرِ بحث موضوع یعنی الدابۃ کا تعلق ہے، تو بدیع الزمان سعید النورسی نے اس بارے میں پچھلے

چار اقوال کا ذکر کیا ہے کہ یہ "اسمِ جنس" ہے، یعنی ایک نوع ہے نہ کہ ایک فرد، پھر اس نوع کی حقیقت اور ماہیت متعین کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ جانور دیمک (الأرضۃ) ہے، جو لکڑی کو چبا کر کھا جاتی ہے۔

اور ان کا اس بارے میں نص یہ ہے:

" جیسے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم پر ٹڈیوں اور جوؤں کو مسلط کیا، اور اصحابِ فیل پر ابابیل کو بھیجا، ویسے

ہی وہ لوگ جو سفیانی اور دجاجلہ کے
فتنوں میں جان بوجھ کر اور علم کے
ساتھ کھنچے چلے جائیں، گناہوں،
سرکشی، الحاد، کفر، درندگی اور فتنہ و
فساد میں بڑھتے چلے جائیں، اور یأجوج
و مأجوج کی پھیلائی ہوئی دہشت اور
فوضی کے زیرِ اثر رہیں — ان پر زمین
سے ایک جانور (دابۃ) کو مسلط کیا
جائے گا — جو اللّٰہ تعالیٰ کی حکمت کے
تحت انہیں ہوش میں لانے کا ذریعہ

ہوگا، اور وہ انہیں تباہ و برباد کر دے گا۔

یہ دابۃ — واللہ اعلم — ایک نوع (جماعت) ہے نہ کہ کوئی واحد بڑا جانور، کیونکہ اگر وہ کوئی واحد بہت بڑا جانور ہوتا تو وہ دنیا کے ہر فرد تک کیسے پہنچتا؟ اس لیے وہ ایک خوفناک حیوانی جماعت ہے، اور غالباً وہ جانور دیمک ہے جو لکڑی کو چبا کر کھاتی ہے، جیسا کہ اس کی طرف اللّٰہ تعالیٰ کے فرمان:

{إِلاَّ دَابَّةُ الأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَه}

سورة سبأ، آیت 14

میں اشارہ ہے (۱).

یہ جانور انسان کی ہڈیوں کو بھی چاٹتا ہے، جیسے دیمک لکڑی کو چاٹتی ہے، اور انسان کے تمام جسم میں — دانتوں سے ناخنوں تک — سرایت کر جاتا ہے.

اور قرآن کی اس آیت نے اس جانور کو ایمان کے حوالے سے بولتا ہوا دکھایا ہے، اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ ایمان والے اس سے ایمان کی برکت اور سلیقے، میانہ روی، اور حسنِ اخلاق کے سبب بچ جائیں گے۔

الشعاعات، صفحہ 121

اور یہ قول — اور اس کے ساتھ پچھلے چاروں اقوال جن میں کہا گیا کہ

"دابۃ" ہر رینگنے والی چیز کا عمومی
نام (اسمِ جنس) ہے، نہ کہ کوئی خاص
اور معین جانور — چاہے اس کی ماہیت
بیان نہ کی گئی ہو، یا اسے جراثیم،
حشرات، چیونٹی، یا دیمک قرار دیا گیا
ہو — یہ سب تاویلات اور آراء فاسد
اور کمزور ہیں، جو صواب (درستی)
سے بہت دور ہیں۔

اسی میں وہ اقوال بھی شامل ہیں جن
میں کہا گیا کہ دابۃ کوئی انسان ہے،
چاہے اس کی حقیقت بیان کی گئی ہو

یا نہ ہو، یا ایسی تاویلات کی گئیں ہوں جو نصوص سے بہت دُور ہوں۔

پہلی وجہ:

یہ کہنا کہ دابۃ اسم جنس ہے ہر رینگنے والے جاندار کے لیے، اور یہ کوئی معین اور مخصوص جانور نہیں بلکہ بے شمار جانوروں پر مشتمل جماعت ہے — چاہے وہ جراثیم ہوں، حشرات، چیونٹیاں، یا دیمک — یا یہ کہا جائے کہ وہ انسان یا کوئی لکڑی کی چھڑی ہے — یہ قول قرآنِ کریم اور صحیح احادیث کی

صریح نصوص کے خلاف ہے، کیونکہ ان نصوص میں دابۃ کو ایک فرد، ایک معین اور مخصوص دابۃ کہا گیا ہے، نہ کہ ایک لاتعداد جماعت.

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اکثر روایات کے مطابق دابۃ ایک ہی جانور ہے، اور یہی صحیح ہے، اور اس پر اسمِ جنس کا اطلاق اور اس کے ابہام کو تنوین کے ذریعہ بڑھا دینا — جو اس کی شان کی عظمت اور اس کے

اوصاف کی غیرمعمولی نوعیت پر دلالت

"کرتا ہے — یہ سب واضح ہے.

(۱) روح المعانی (۲۰/۲۲)

دوسری وجہ:

یہ اصول ہے کہ الفاظ — چاہے وہ غیبی امور سے متعلق ہوں یا نہ ہوں — جب تک کوئی قرینہ یا دلیل انہیں ان کے ظاہر (ظاہری معنی) سے ہٹا کر دوسرے معنی کی طرف نہ لے جائے، تو ان کا ظاہر مراد لیا جاتا ہے.

اور یہاں دابۃ کے بارے میں ایسی کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں جو اس کے ظاہری معنی کو چھوڑنے پر مجبور کرے، اس لیے ان تاویلات کو اپنانا صرف خیالی گمانات اور نصوص کی تحریف ہے، جن کا نہ قرآن سے کوئی تعلق ہے نہ صحیح سنت سے.

(۲)

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان:

" تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں تو پھر کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا ..."

(۳)

کے تحت فرمایا:

" یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہی لی جاتی ہے — اہلِ حدیث، فقہاء اور اہلِ سنّت کے متکلمین کے نزدیک — بخلاف باطنیہ فرقے کے جو اس کی تاویلات کرتے ہیں۔"

شرح النووی علی صحیح مسلم (٤)

(۱۹۵/۲)

---

(۲) التأويل اور اس کی اقسام کے لیے ملاحظہ ہو: التدمرية از ابن تیمیہ (ص ۹۱-۹۲)، مجموع الفتاوی (۵/۳۵-۳۶)، الصواعق المرسلة از ابن القیم (۱/۱۷۷-۱۷۸)، تقریب التدمرية از ابن عثیمین (ص ۸۶-۸۷)

(۳) اس حدیث کا تخریج مبحثِ دوم (ص ۱۷) میں گزر چکا ہے.

اور شیخ حمود التویجری رحمہ اللہ نے

فرمایا:

" دابۃ الأرض کو جراثیم کے ساتھ تاویل

دینا بہت ہی زیادہ بعید اور باطل ہے،

بلکہ یہ قسم ہے واہیات (ہذیان) کی...

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

کی کتاب میں جو آیا ہے، اور رسول اللہ

ﷺ سے جو غیبی خبریں صحیح ثابت

ہوئی ہیں — خواہ ماضی کی ہوں یا
مستقبل کی — ان پر ایمان لائے، اور
اسے رد نہ کرے صرف اس لیے کہ وہ
اس کی عقل میں نہیں آتیں، یا وہ اس
کو سمجھ نہیں سکا.
اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ آیات و
احادیث کو ان کے ظاہری مفہوم کے
علاوہ کسی اور مفہوم پر محض عقل یا
رائے سے محمول کرے، جب تک کہ اس
پر قرآن یا سنت کی کوئی صحیح دلیل
موجود نہ ہو."
(۱) إتحاف الجماعة (۳/۱۸۵)

اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے سورۃ النمل کی آیتِ دابۃ اور اس سے متعلق بعض احادیث کے بارے میں فرمایا:

" یہ آیت صریح طور پر عربی زبان میں کہتی ہے کہ وہ ایک 'دابۃ' ہے، اور عربی زبان میں دابۃ کا مفہوم معروف اور واضح ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

اور حدیث نے دابۃ کے بعض افعال کو واضح کیا ہے، اور صحیح احادیث اور دیگر کتب میں بھی دابۃ کے آخری زمانے

میں نکلنے کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اور کچھ آثار بھی اس کی صفات کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، جنہیں رسول اللہ ﷺ سے منسوب نہیں کیا گیا — جو کہ اللہ کی طرف سے خبر دینے والے اور اس کی آیات کو واضح کرنے والے ہیں — تو ان آثار کو چھوڑ دینا کوئی حرج کی بات نہیں۔

لیکن ہمارے زمانے کے کچھ لوگ — جو کہ اسلام سے وابستہ ہیں — اور جن

میں منکر اور باطل آراء عام ہو گئی

ہیں، جو غیب پر ایمان نہیں لانا چاہتے،

اور صرف مادّہ پرستی کی حدوں پر

ٹھہرنا چاہتے ہیں — جو ان کے یورپی

اساتذہ اور قدوۃ، جو کہ مشرک، اباحی

اور دین و اخلاق سے آزاد ہیں، کی

— طرف سے ان پر مسلط کی گئی ہیں

یہ لوگ ہمارے عقیدے پر ایمان نہیں لا

سکتے، اور نہ ہی اس کا صریح انکار کر

سکتے ہیں، تو مبہم باتیں کرتے ہیں،

بحث و مغالطہ سے کام لیتے ہیں، پھر

تاویلیں گھڑتے ہیں، اور الفاظ کے عربی زبان میں صحیح و متعین معانی کو چھوڑ کر انہیں ایسی علامتوں (رموز) میں بدل دیتے ہیں جو ان کے دلوں میں چھپے انکار کی ترجمانی کرتے ہیں.

بلکہ ان میں سے بعض تو ایسی تاویل کو نقل کرتے ہیں جو ایک معروف ہندوستانی شخص نے کی — جو ایک ایسے فرقے سے تعلق رکھتا ہے جو بظاہر اسلام سے منسوب ہے، مگر حقیقت میں

اسلام کا کھلا دشمن ہے، اور استعمار

کے دشمنوں کا غلام ہے!!

تو ذرا دیکھو، وہ کس گمراہی میں پڑے

ہیں اور کہاں بھٹک رہے ہیں؟ اور کس

آگ میں کود رہے ہیں؟

یہ سب اس لیے ہے کہ وہ اللہ کی آیات

پر یقین نہیں رکھتے-"

شرح أحمد شاكر لمسند الإمام (٣)

أحمد (١٥/٨٢)

(٢) "جمجمہ" کا مطلب ہے بات کو
واضح طور پر بیان نہ کرنا، بغیر زبان
کی خرابی کے، یعنی مبہم بات کرنا۔
دیکھیے: لسان العرب از ابن منظور
(١٢/١٠٩-١١٠)۔

(٣) دیکھیے: المسائل الکافیة في بیان
وجوب صدق خبر رب البریة از شیخ
محمد بن یوسف الکافی (ص ١٣٧)۔

تیسرا پہلو: مفسرین اور ائمہ اسلام کی اکثریت کا یہی موقف ہے کہ آیت میں "تُكَلِّمُهُمْ" کا مطلب زبان سے بات کرنا اور خطاب کرنا ہے، نہ کہ "حال کی زبان" سے (اشاروں یا اثرات سے) بات کرنا۔ اور جنھوں نے کہا کہ دابّہ کلام نہیں کرے گی بلکہ اس کا "تکلیم" صرف زخمی کرنا ہوگا، یہ کمزور رائے ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مفسرین نے یہ نہیں کہا کہ دابّہ بات کرنے کے علاوہ لوگوں کو ان کے چہروں پر نشان لگائے گی یا زخمی کرے گی، جیسا کہ ان شاء اللہ ایک الگ بحث میں اس کی تفصیل آئے گی۔

چوتھا پہلو: وہ جانور اور حشرات جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ دابّہ ہیں، جیسے جراثیم، حشرات، دیمک (ارَضَہ) یا چیونٹیاں—یہ وہ مخلوقات ہیں جو قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور آج

بھی دنیا بھر میں پائی جاتی ہیں، جب
کہ قرآن و سنت کی رو سے دابّۃ الارض
ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی، اور وہ اللہ
کے حکم سے قیامت کے قریب، وعدے
کے نزدیک، اور بڑی علاماتِ قیامت کے
ظہور کے وقت ظاہر ہوگی۔ اس بنا پر
دابّہ کی تاویل ان جانوروں سے کرنا
صحیح نہیں۔

پانچواں پہلو: جس دابّہ کے بارے میں
اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ ظاہر ہوگی، وہ
عام معروف جانوروں میں سے نہیں ہے

جیسا کہ احادیث اور سلفِ امت و علماء کے اقوال سے ثابت ہے—جنہوں نے دابّہ کی صفات اور افعال کا ذکر کیا ہے—جبکہ دیگر جانور، حشرات، اور انسان معروف مخلوقات ہیں؛ پھر اس میں حیرت یا عجیب و غریب کیا بات ہے؟

چھٹا پہلو: جراثیم، دیمک اور چیونٹیاں بہت ہی چھوٹے کیڑے ہیں، جن میں سے بعض تو صرف خوردبین (مائیکروسکوپ) سے ہی دکھائی دیتے

ہیں، جب کہ دابّہ کے بارے میں کسی نے
یہ نہیں کہا کہ وہ نظر نہیں آئے گی،
بلکہ احادیث میں ایسے دلائل ہیں جو
اس کی عظیم جسامت، اس کے دیکھے
جانے، اور لوگوں سے بات کرنے اور ان
پر نشان لگانے کی وضاحت کرتے ہیں۔

ساتواں پہلو: دابّۃ الارض کا ظہور
عادات سے ماوراء (خارق العادت) ہے،
جس کا تصور بھی عقل میں نہیں آتا،
وہ اپنی ساخت میں اور اپنے کاموں
میں عظیم ہوگی، یہاں تک کہ اس کا

موازنہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے ساتھ کیا گیا ہے، جب کہ ان تاویلات میں ایسی کوئی بات نہیں۔

آٹھواں پہلو: یہ کہنا کہ دابّہ جراثیم، دیمک، چیونٹی یا دیگر انسان ہیں — یا دابّہ اور علاماتِ قیامت کی تاویل ان کے ظاہر مفہوم کے خلاف کی جائے — اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف ہے، جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت، اور صحابہ، تابعین اور ان کے نقش قدم پر

چلنے والوں کی فہم و اتباع پر ہے؛ جس میں تحریف یا غلط تاویل کی گنجائش نہیں۔

نواں پہلو: یہ کہنا کہ دابّہ جراثیم، دیمک، چیونٹی یا انسان (چاہے وہ علیؓ ہوں، یا اہل بدعت سے بحث کرنے والا، یا بدترین مخلوق، یا انسان نما روبوٹ وغیرہ) ہے — یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دابّہ جو علاماتِ قیامت میں سے ہے، وہ ظاہر ہو چکی ہے اور لوگوں کے درمیان موجود ہے۔

اگر ایسا ہو چکا ہے، تو ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا میں موجود تمام اہل ایمان کا ایمان معتبر نہیں رہا، اور توبہ بھی قبول نہیں ہو سکتی، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں گی تو کسی شخص کا ایمان اسے نفع نہ دے گا، اگر اس نے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی

ہو: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،

"۔دجال، اور دابّۃ الارض

اس کی تخریج مبحث دوم میں (۱)

۔گزر چکی ہے

دسواں پہلو: اگر دابّہ ان سابقہ تاویلات

کی بنیاد پر ظاہر ہو چکی ہے، تو پھر

اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی

جانب سے بندوں اور مخلوق کو دابّہ اور
اس کے ظہور سے ڈرانے اور یاد دہانی
کرانے میں کیا حکمت ہے؟ اور ان کو
عمل میں جلدی کرنے، اور دابّہ کے ظہور
سے پہلے راہِ مستقیم پر چلنے کی
ترغیب دینے کا فائدہ کیا ہے؟

گیارھواں پہلو: دابّہ کے بارے میں
احادیث میں آیا ہے کہ وہ لوگوں کے
چہروں پر نشان لگائے گی، تاکہ مؤمن
کو کافر سے پہچانا جا سکے، جب کہ ہم
دیکھتے ہیں کہ جراثیم، چیونٹی، دیمک،

یا دیگر حشرات ایذا رسانی یا نشان لگانے میں مؤمن و کافر میں کوئی فرق نہیں کرتیں۔

بارھواں پہلو: جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ دابّہ لوگوں کو ان کے ایمان یا کفر کے مطابق نشان زد کرے گی، جب کہ وہ حیوانات، حشرات، یا انسان جن کا ذکر ان اقوال میں کیا گیا ہے، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے ایسا کوئی کام کیا ہو، حالانکہ ان اقوال کے مطابق تو وہ ظاہر ہو چکے ہیں۔

تیرھواں پہلو: جس ذات نے پچھلے زمانے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے چیونٹی اور ہدہد کو گویا کیا، وہی اللہ آخر الزمان میں نکلنے والی دابّہ کو بھی بولنے کی طاقت دے سکتا ہے، اور لوگ اس کا کلام سمجھیں گے اور اس کی بات کو جانیں گے۔

چودھواں پہلو: دابّہ کی ان باطل تاویلات کے ذریعے، ان باتوں کی تکذیب

لازم آتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دابّہ کے بارے میں خبر دی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم۔

مزید فائدے کے لیے دیکھیے: (۱) إتحاف الجماعة للتويجري (۳/۱۸۳-۱۸۷)۔

ان تمام تفصیل اور علماء و عوام کے اقوال کے جائزے کے بعد، جو دابّہ (زمین سے نکلنے والے جانور) کی ماہیت، اس کی تعیین اور یہ کہ وہ زمین کے کس قسم کے جانوروں میں سے ہے، کے بارے میں ہیں، میں دوبارہ یہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ:

مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قیامت کے قریب دابّۃ الأرض کے نکلنے پر ایمان رکھے، اور یہ یقین رکھے کہ اس کا خروج اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں

سے ہے، اور یہ کہ وہ لوگوں سے کلام کرے گی اور ان پر نشان لگائے گی۔ نیز یہ کہ وہ ایک معین اور مشخص جانور ہے، نہ کہ بے شمار جانوروں کا مجموعہ، اور نہ ہی وہ کوئی انسان یا بے جان شے ہے۔ بلکہ وہ ایک عظیم الجثہ مخلوق ہے جو عقلوں کو حیران کر دے گی۔

حوالہ: روح المعانی للألوسي 📚 (23/20)

اب رہا سوال کہ وہ دابّہ کب پیدا کی جائے گی؟ تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے:

1. بعض نے کہا کہ وہ اسی وقت پیدا کی جائے گی جب وہ ظاہر ہو گی.

2. اور بعض نے کہا کہ وہ پہلے سے پیدا شدہ ہے لیکن ابھی اسے نکلنے کا حکم نہیں دیا گیا.

اللہ تعالیٰ کے فرمان "أَخْرَجْنَا لَهُمْ" (ہم اسے ان کے لیے نکالیں گے) سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ وہ پہلے سے موجود ہو گی، پھر نکالی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

حوالہ: روح المعانی للألوسي 📚 (23/20)

اب جہاں تک دابّہ کی شکل و صورت اور وصف کا تعلق ہے تو:

ہمیں کئی روایات اور اقوال ملتے ہیں، لیکن ان میں نبی ﷺ سے کوئی بھی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ زیادہ تر روایات موقوف ہیں، اور ان میں بہت سی ضعیف اسناد پائی جاتی ہیں، یا یہ مفسرین کے اجتہادات ہیں۔ اور ان میں باہمی تضاد بھی ہے، اس لیے ہم اس کی شکل و صورت کے بارے

میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے،
سوائے اس کے کہ وہ بہت بڑی مخلوق
ہو گی جو عقلوں کو حیرت میں ڈال
دے گی.

حوالہ: البحر المحيط لأبي حيان 📚
(7/96-97)
حوالہ: التفسير الكبير للرازي 📚
(12/218)
حوالہ: المفهم لما أشكل من تلخيص 📚
كتاب مسلم للقرطبي (7/240)

امام ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے 📌 ہیں:

> "اس کی ماہیت، شکل، مقامِ خروج، تعداد، اس کے نکلنے کی مقدار، لوگوں پر اس کے اثرات، اور وہ چیز جس کے ساتھ وہ ظاہر ہو گی — ان تمام باتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور یہ اقوال آپس میں متضاد اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں۔"

(7/96-97) البحر المحیط 📚

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 📌

> "یاد رکھو! قرآن کریم میں ان تفصیلات میں سے کسی چیز پر کوئی دلالت نہیں، لہٰذا اگر رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ثابت ہو تو اسے قبول کیا جائے گا، ورنہ اسے نظر انداز کر دیا جائے گا."

📚 التفسير الكبير للرازي (12/218)

📌 امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "اس کی صورت اور وہ مقام جہاں سے وہ نکلے گی، ان دونوں میں بہت اقوال ہیں، لیکن ان میں سے کسی کے متعلق کوئی بھی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں."

المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم (7/240)

شیخ عبد الرحمن السعدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" یہ دابّہ وہی مشہور دابّہ ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہو گی اور قیامت کی

نشانیوں میں سے ہو گی، جیسا کہ اس
بارے میں احادیث متواتر آئی ہیں۔ اللہ
اور اس کے رسول نے اس دابّہ کی
کیفیت کو ذکر نہیں کیا، بلکہ اس کے
اثر اور مقصد کو بیان کیا ہے، اور یہ کہ
وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، وہ
لوگوں سے ایسا کلام کرے گی جو عادت
کے خلاف ہو گا، اس وقت جب اللہ کا
وعدہ ان پر پورا ہو گا اور وہ اللہ کی
آیات میں شک کریں گے۔ پس وہ

مومنوں کے لیے دلیل اور حجت ہو گی،

اور منکروں پر حجت قائم کرے گی۔"

📚 تيسير الكريم الرحمن في تفسير

كلام المنان (3/1261-1262)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا:

" قرآن اور صحیح سنت میں ایسی

کوئی بات نہیں آئی جو اس دابّہ کے

نکلنے کی جگہ یا اس کی صفت کو بیان

کرے، البتہ اس بارے میں کچھ احادیث آئی ہیں جن کی صحت میں کلام ہے۔

اور قرآن کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ یہ ایک دابّہ ہو گی جو لوگوں کو عذاب اور ہلاکت کے قریب ہونے سے خبردار کرے گی، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے"۔

📚 شرح لمعة الاعتقاد (ص 110)

ان صفات میں سے کچھ جو دابّہ کی توصیف میں آئی ہیں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا کہ ان میں سے نبی ﷺ سے کوئی بات صحیح طور پر ثابت نہیں، بلکہ یہ سب مختلف اور متضاد اقوال و روایات ہیں، جو مفسرین اور فتن و ملاحم کے ماہرین کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں، جنہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان میں سے کچھ کا ذکر صرف ان لوگوں کی تسکینِ نفس کے لیے ہے جو ان باتوں کا شوق رکھتے ہیں۔ جو

مزید جاننا چاہے وہ ان اقوال کو درج ذیل کتب میں دیکھے:

(20/15-16) تفسیر الطبری 📚

زاد المسير لابن الجوزي 📚 (6/190-193)

(3/429) معالم التنزيل للبغوي 📚

التفسير الكبير للرازي 📚 (12/217-218)

الجامع لأحكام القرآن للقرطبي 📚 (13/156)

التذكرة للقرطبي 📚 (3/1335-1336)

📚 تفسير ابن كثير (3/387-388)

📚 الدر المنثور للسيوطي

(11/401-412)

📚 فتح القدير للشوكاني (4/151)

📚 الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي

ص (301-302)

📚 لوامع الأنوار للسفاريني

(2/146-147)

📚 روح المعاني للألوسي

(22/20-24)

تو کہا گیا: وہ چمکدار، اون اور پروں
والی ہوگی، اور اس بارے میں نبی ﷺ
سے ایک حدیث مروی ہے جو ثابت نہیں،
جس میں ہے کہ حذیفہ بن یمانؓ نے نبی
ﷺ سے دابہ کے نکلنے کی جگہ کے بارے
میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ
کے نزدیک سب سے زیادہ محترم مسجد
سے، اس وقت جب عیسیٰؑ بیت اللہ کا
طواف کر رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ
مسلمان ہوں گے، زمین ان کے نیچے لرزے
گی، قندیل حرکت کرے گا، صفا کا وہ

حصہ جو مسعیٰ کے قریب ہے شق ہو

جائے گا، دابہ صفا سے نکلے گی، سب

سے پہلے اس کا سر ظاہر ہوگا، وہ

چمکدار ہوگی، اون اور پروں والی، نہ

اسے کوئی پکڑ سکے گا، نہ ہی اس سے

کوئی بچ سکے گا، وہ مؤمن اور کافر کو

نشان زد کرے گی، مؤمن کا چہرہ روشن

ستارے جیسا ہو جائے گا، اور اس کی

دونوں آنکھوں کے درمیان "مؤمن" لکھ

دیا جائے گا، اور کافر کی دونوں

آنکھوں کے درمیان ایک سیاہ دھبہ ہوگا
کافر"".

[تفسیر ابن جریر (15/20)، معالم التنزیل للبغوي (3/430)، النهاية لابن كثير (2/211)، تفسير ابن كثير (3/387)، لسان الميزان (4/167)]

اور کہا گیا: وہ بڑی جسامت والی، اون اور ٹانگوں والی ہوگی، اور اس بارے میں بھی نبی ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے جو ثابت نہیں، جس میں ابو ہریرہؓ

سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

دابہ اجیاد (مکہ کا مقام) سے نکلے گی، اس کا سینہ رکن یمانی تک پہنچ جائے گا جبکہ اس کی دُم ابھی تک نہیں نکلی ہوگی، وہ اون اور ٹانگوں والی دابہ ہوگی۔

[الوسيط للواحدي (3/179)، ميزان الذهبي (4/5)، لسان الميزان لابن حجر (4/177)، الدر المنثور للسيوطي (11/408-409)، السلسلة الضعيفة للألباني (3/234-235)]

اور وہ قول بھی مروی ہے جو نزال بن
سبرۃ سے ہے، کہ حضرت علیؓ سے کہا
گیا کہ کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ
ہی دابۃ الأرض ہیں، تو حضرت علیؓ نے
فرمایا: اللہ کی قسم! دابۃ الأرض کے پر
ہوں گے اور مجھے پر نہیں، اس کے
جسم پر باریک بال ہوں گے اور مجھے
نہیں، اس کے پاؤں میں کھُر ہوں گے اور
میرے نہیں، اور وہ تیز رفتار گھوڑے
کی تین دوڑ کے برابر نکلے گی، جبکہ

اس کا دو تہائی حصہ ابھی بھی باقی ہوگا۔

[تفسیر ابن أبي حاتم (9/2924)، الدر المنثور للسيوطي (11/409)]

اور کہا گیا: وہ اون اور پروں والی مرکب مخلوق ہوگی، ہر رنگ اس میں ہوگا، اس کے چار پاؤں ہوں گے، اور یہ قول حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

[تفسیر عبد الرزاق (3/84)، الفتن لنعیم بن حماد (2/665)، الدر المنثور

للسيوطي (11/402)، الإشاعة للبرزنجي (ص 301)]

تو کہا گیا: وہ مختلف قسم کے بالوں اور پروں والی مرکب مخلوق ہوگی، اس میں تمام جانوروں کے رنگ ہوں گے، اور ہر امت کی مخصوص علامت ہوگی، اور اس امت (یعنی امتِ محمدیہ) کی علامت یہ ہوگی کہ وہ واضح عربی

زبان میں بات کرے گی۔ یہ قول ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

[أخبار مكة للفاكهي (4/39)، الدر المنثور للسيوطي (11/411)، الإشاعة للبرزنجي (ص 301)]

اور کہا گیا: وہ ایک بڑے نیزے کی مانند ہوگی، یہ قول بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

[تفسير ابن أبي حاتم (9/2924)، تفسير ابن كثير (3/388)]

اور کہا گیا: اس کے دونوں سینگوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا کہ ایک سوار کے لیے ایک فرسخ کا فاصلہ ہوگا، یہ قول ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

[تفسير ابن أبي حاتم (9/2925)، الدر المنثور للسيوطي (11/409-410)]

اور کہا گیا: اس کی دم نہیں ہوگی لیکن داڑھی ہوگی، یہ قول علیؓ سے مروی ہے، اور محمد بن کعب قرظی نے اسے روایت کیا ہے۔

تفسير ابن أبي حاتم (9/2924)،]
معالم التنزيل للبغوي (3/429)،
النكت والعيون للماوردي (4/226)،
الجامع لأحكام القرآن للقرطبي
(13/156)، تفسير ابن كثير
(3/388)]

اور کہا گیا: اس کا سر بیل کا ہوگا، آنکھ خنزیر کی، کان ہاتھی کا، سینگ جنگلی بکرا (آیِل) کا، گردن شتر مرغ کی، سینہ شیر کا، رنگ چیتے کا، پہلو بلی کا، دم مینڈھے کا، اور پاؤں اونٹ

کے ہوں گے، اور اس کے ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ یہ قول ابو الزبیر سے مروی ہے جسے ابن جریج نے نقل کیا ہے۔

[تفسير ابن أبي حاتم (9/2924)، النكت والعيون للماوردي (4/226)، معالم التنزيل للبغوي (3/429)، زاد المسير لابن الجوزي (6/190)، الدر المنثور للسيوطي (11/411)]

اور کہا گیا: جب وہ اپنا سر نکالے گی تو اس کا سر بادلوں کو چھوئے گا، جبکہ اس کے پیر زمین سے ابھی نکلے بھی نہ ہوں گے۔ یہ قول عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔

[تفسير الطبري (20/16)، الفتن لنعيم بن حماد (2/662)، أخبار مكة للفاكهي (4/40)، معالم التنزيل للبغوي (3/430)]

اور کہا گیا: وہ بالوں والی ایسی زبردست مخلوق ہوگی جو آسمان سے ہم کلام ہوگی۔ یہ قول الشعبي کا ہے۔

[الفتن لنعیم بن حماد (2/665)، النکت والعیون للماوردي (4/226)]

اور کہا گیا: اس کے چار پاؤں ہوں گے، اور اس کے جسم پر نرم بال، پروں جیسے پر، اور دو بازو ہوں گے۔ یہ قول مقاتل کا ہے۔

[زاد المسیر لابن الجوزي (6/191)]

اور کہا گیا: اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی، اس کے پاؤں ہوں گے اور جسم پر بال ہوں گے۔ اسے ابن الأثیر، البیضاوي، اور الدمیري نے ذکر کیا ہے۔

[النهاية في غريب الحديث لابن الأثير (2/96)، تفسير البيضاوي (4/278)، حياة الحيوان للدميري (1/458)]

اور کہا گیا: اس کا چہرہ انسان کا ہوگا، لیکن باقی جسم پرندے کی طرح

ہوگا۔ یہ قول وھب بن منبه سے مروی ہے-

معالم التنزيل للبغوي (3/430)، زاد] المسير لابن الجوزي (6/191)، حياة الحيوان للدميري (1/460)]

اور ان کے علاوہ بھی بہت سے اقوال ہیں جن میں طول طویل کلام کی کوئی فائدہ نہیں، جو شخص مزید جاننا چاہے

وہ ان حوالوں کی طرف رجوع کرے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

ہمیں ان تمام صفات میں سب سے زیادہ جس چیز سے غرض ہے وہ یہ کہ دابّہ ایک عظیم الخلقت حیوان ہے، جو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو زمین سے قیامت کے قریب اپنے بندوں کے لیے نکالے گا۔

یہ دابّہ لوگوں سے بات کرے گی اور ان پر نشان لگائے گی، تاکہ مومن اور کافر کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے۔

واللہ تعالی أعلم۔

چوتھا مبحث: دابہ کے خروج اور ظہور کے اسباب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں دابہ کے خروج اور اس کے ظہور کے اسباب کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لا يُوقِنُونَ﴾
(سورة النمل: 82)

اس آیتِ کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ دابہ کا خروج اُس وقت ہوگا جب "قول" ان پر واقع ہو جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ: یہ "قول" کیا ہے؟ اور اس کے وقوع کے اسباب کیا ہیں؟

علماء رحمہم اللہ نے "القول" کی تفسیر میں مختلف اقوال بیان فرمائے، مگر سب کی عبارات ایک ہی معنی کے گرد گھومتی ہیں:

یعنی اللہ کی طرف سے مخلوق پر غضب، عذاب، سزا اور ان پر فیصلے کا واقع ہونا.

ابن عباسؓ نے فرمایا: "القول" سے مراد عذاب ہے.

(زاد المسير لابن الجوزي 6/190)

ابن جریج نے بھی اسی بات کو دہرایا۔

(تفسیر الطبري 13/20)

قتادہؒ نے فرمایا: "القول" سے مراد اللہ کا غضب ہے۔

(تفسیر الطبري 13/20، زاد المسیر 6/190، الجامع لأحكام القرآن 13/155)

مجاہدؒ نے فرمایا:

"القول" کا مطلب ہے: عذاب کا واجب ہو جانا۔

اور ایک جگہ فرمایا: یعنی عذاب ان پر لازم ہو گیا۔

اور فرمایا: یعنی ان پر فیصلہ ثابت ہو گیا۔

(تفسير الطبري 13/20، تفسير مجاهد 2/475، تفسير ابن أبي حاتم 9/2922، الدر المنثور 11/400، الجامع لأحكام القرآن 13/155)

فراءؒ نے فرمایا:

جب ان پر اللہ کا غضب واجب ہو "
جاتا ہے"۔
(2/300 معاني القرآن للفراء)

پس، ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ
جب لوگ اللہ کی آیات پر یقین نہیں
رکھتے، اور انکار و گمراہی پر جم جاتے
ہیں، تو اللہ کا عذاب ان پر لازم ہو جاتا
ہے، اور اسی کے نتیجے میں دابہ کا
خروج ہوتا ہے۔

اور ابن قتیبہ نے کہا کہ: "القول" سے مراد حجت ہے۔

(زاد المسير لابن الجوزي، 6/190)

اور حسن بصری رحمہ اللہ سے جب "وقوع القول" کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

" اس دن اللہ زمین والوں پر غضبناک ہوگا"۔

(تفسير ابن أبي حاتم، 9/2922)

اور حفصہ بنت سیرین نے ابوالعالیہ سے آیت میں "وقوع القول" کے بارے میں :سوال کیا، تو انہوں نے کہا

" اللہ نے نوحؑ کی طرف وحی کی:﴿أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلاَّ مَنْ قَدْ آمَنَ﴾ (سورہ ہود: 36)

:حفصہ کہتی ہیں

" گویا میرے چہرے پر کوئی پردہ تھا جو اب ہٹا دیا گیا-"

تفسیر عبد الرزاق 3/83، تفسیر الطبري 13/20، تفسیر ابن أبي حاتم)

9/2922، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي **13/155**، الدر المنثور **11/400)** للسيوطي

نحاس نے ابو العالیہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:
" یہ بہت خوبصورت جواب ہے، کیونکہ لوگ آزمائش میں ڈالے گئے ہیں اور ان کی مہلت اس لیے ہے کہ ان میں مؤمنین، صالحین اور وہ لوگ موجود ہیں جن کے بارے میں اللہ جانتا ہے کہ وہ ایمان لائیں گے یا توبہ کریں گے، اس

لیے انہیں مہلت دی گئی، اور ہمیں جزیہ لینے کا حکم دیا گیا۔

لیکن جب یہ سب ختم ہو جائے گا، تو 'القول' ان پر واجب ہو جائے گا، جیسے قومِ نوح پر واجب ہوا تھا، جب اللہ نے فرمایا:

﴿أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلاَّ مَنْ قَدْ آمَنَ﴾

(سورہ ہود: 36)

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، 13/155-156)

:واحدی کہتے ہیں

"وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم"

یعنی ان پر عذاب اور اللہ کا غضب واجب ہو گیا، اور یہ وہ وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کسی کافر کا ایمان قبول نہیں کرے گا، اور اللہ کے علم میں وہ سب لوگ باقی ہوں گے جو کفر پر مریں گے.

(الوجیز في تفسير الكتاب العزيز، 2/809)

:امام قرطبی فرماتے ہیں

:علماء نے کہا"

وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ' کا مطلب ہے: ان پر '

-اللہ کا وعدۂ عذاب واجب ہو جانا

،التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة)

3/1331)

:اور بقاعی رحمہ اللہ نے کہا

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ" یعنی جب وہ وقت آ "

جائے جب اللہ کا وعید (وعدہ عذاب)

نافذ ہو جائے، جو کہ یہاں "القول" کے

معنیٰ میں ہے، اور گویا یہ وعید اتنا عظیم ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور "قول" شمار نہیں ہوتا۔
(نظم الدرر في تناسب الآيات والسور، 5/451)

اور جب ہمیں "القول" کے معنی معلوم ہو گئے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کا وعدۂ عذاب اور عذاب کا یقینی ہو جانا ہے، تو اب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کون سا سبب ہے

جس کی وجہ سے یہ "القول" واقع ہوا؟

جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے دابّہ کو اور باقی علاماتِ قیامت کو ظاہر فرمایا، پھر قیامت قائم کی اور مخلوق کا حساب کیا؟

تو اس کا جواب اللہ عز وجل نے خود آیت کریمہ کے اندر ہی بیان فرما دیا ہے:

﴿أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لاَ يُوقِنُونَ﴾

(سورۃ النمل: 82)

اور اس کے بعد کی آیات میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ، حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ، وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ﴾

(سورة النمل: 83–85)

یعنی:

القول اس وقت واقع ہوتا ہے جب لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں، ان پر یقین نہیں رکھتے، ان پر عمل نہیں کرتے، اور ظلم و انکار میں بڑھ جاتے ہیں۔

یہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے، قیامت کی بڑی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں، اور دابّہ جیسے عجیب و غریب مخلوق زمین سے نکالی جاتی ہے تاکہ وہ اللہ کی طرف سے

حجت بن جائے اور انسانوں کو نشان زد کرے۔

جب لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیات — چاہے وہ سنی جانے والی ہوں یا دیکھی جانے والی — پر ایمان لانا چھوڑ دیتے ہیں، اور جب زمین و سمندر میں فساد پھیل جاتا ہے، اور اللہ کے احکام ترک کر دیے جاتے ہیں، اللہ کے دین میں تبدیلی کی جاتی ہے، حقوق

ضائع کر دیے جاتے ہیں، حدود معطل کر دی جاتی ہیں، اور انسانیت ایک ایسے پستی کے مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں سے اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، خیر کم ہو جاتا ہے، شر عام ہو جاتا ہے، علم کم ہو جاتا ہے، جہالت پھیل جاتی ہے، اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیا جاتا ہے — تب اللہ تبارک و تعالیٰ کا "قول" واقع ہوتا ہے، چنانچہ دابّہ اپنے ٹھکانے سے نکلتی ہے اور لوگوں کو ان کے

چہروں پر نشان لگا کر مومن اور کافر
میں فرق ظاہر کر دیتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:
"قرآن کی تلاوت زیادہ کرو، اس سے
پہلے کہ وہ اٹھا لیا جائے"
صحابہ نے پوچھا:
"کیا یہ مصاحف اٹھا لیے جائیں گے؟ تو
سینوں میں محفوظ قرآن کا کیا ہوگا؟"
تو فرمایا:

"رات کے وقت وہ (قرآن) سروں سے اٹھا لیا جائے گا، صبح کو لوگ اس سے خالی ہو جائیں گے، اور لا إله إلا الله بھول جائیں گے، پھر وہ زمانۂ جاہلیت کی باتوں اور اشعار میں مشغول ہو جائیں گے، یہی وہ وقت ہے جب اللہ کا 'قول' ان پر واقع ہو گا۔"

(سنن الدارمی، **2/530**؛ ابن أبي حاتم، **9/2922**؛ القرطبي، **13/155**؛ التذكرة، **3/1331**؛ الدر المنثور، **11/400**)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ﴾ (سورة النمل: 82)

کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب لوگ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیں گے۔

(المصنف لابن أبي شيبة، 7/119؛ عبد الرزاق، 3/85؛ ابن أبي حاتم، 9/2921؛ الطبري، 20/13–14؛ نعيم، 2/662، 666؛ الحاكم،

4/485، البغوي، 3/428؛ القرطبي
(13/155

اسی بات کو جمھور مفسرین اور علماء
نے نقل کیا ہے، جیسا کہ طبری رحمہ اللہ
نے فرمایا:

" اہل علم کی ایک جماعت نے کہا: یہ
دابّہ اس وقت نکلے گی جب لوگ نیکی
کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ترک کر
دیں گے۔"

(الطبري، 20/13-14)

:حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا

" جب لوگ فاسق ہو جائیں گے تب دابّۃ الارض نکلے گی۔"

(ابن أبي حاتم، 9/2926)

:ابو سلیمان الدمشقي نے ذکر کیا کہ

" جب مخلوق میں کوئی اصلاح کی امید باقی نہ رہے تب دابّہ نکلے گی۔"

(زاد المسیر، 6/190)

یہی بات ابو العالیۃ کے پہلے بیان سے
بھی سمجھی جاتی ہے، جو اس سے
پہلے گزر چکی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے جب "وقوع
القول" کا مفہوم بیان کیا تو فرمایا:
" جب لوگ نافرمانی، فسق و فجور، اور
سرکشی میں حد سے تجاوز کر جائیں،
اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑ

لیں، ان پر غور و فکر نہ کریں، ان کے
حکم کے سامنے جھکنے سے انکار کریں،
اور جب وہ معصیت میں اس حد تک
پہنچ جائیں کہ کوئی نصیحت ان پر اثر
نہ کرے، اور کوئی یاد دہانی انہیں
گمراہی سے نہ ہٹا سکے — تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے: ﴿أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ
تُكَلِّمُهُمْ﴾ (النمل: 82)، یعنی ایک ایسی
دابّہ جو عقل و شعور اور گویائی
رکھتی ہو".
(التذكرة للقرطبی، 3/1331)

انہوں نے مزید فرمایا:

" یہ اس لیے ہو گا — واللہ أعلم — تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ وہ دابّہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشانی ہے، کیونکہ عام طور پر جانور نہ عقل رکھتے ہیں اور نہ ہی گفتگو کی صلاحیت".

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

" یہ دابّہ آخری زمانے میں اس وقت نکلے گی جب لوگ فساد میں مبتلا ہو جائیں گے، اللہ کے احکام کو چھوڑ دیں

گے، اور سچے دین میں تبدیلی کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ ان کے لیے زمین سے ایک دابّہ نکالے گا"۔

(تفسیر ابن کثیر، 3/386)

امام البقاعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے خروج کی علت یہ بیان کی: ﴿أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾ یعنی وہ لوگ ایمان کے ابتدائی درجے تک بھی نہیں پہنچے، بلکہ وہ شک و تردد میں مبتلا، متذبذب، کبھی اِدھر کبھی اُدھر رہنے والے تھے۔

انہوں نے اللہ کی آیات پر یقین نہیں کیا — نہ ان مرئی نشانیوں پر جو اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کیں، نہ ان سنی جانے والی آیات پر جو انبیاء کے ذریعے سنائی گئیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان پر خاتم الانبیاء ﷺ کو مبعوث فرما کر تمام دلائل اور حجتیں مکمل فرما دیں۔

لیکن یہ لوگ اس سب کے باوجود یقین نہ لائے، تو اب ان کے لیے پردہ ہٹایا جائے گا، اور ان کے سامنے ایک غیر انسانی مخلوق ظاہر کی جائے گی، جسے

ان کی عقلیں برداشت نہ کر سکیں گی۔"

(نظم الدرر للبقاعی، 5/452)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ دابّہ کا خروج اس وقت ہو گا جب زمین پر کوئی خیر باقی نہ رہے گا۔"

(روح المعانی، 21/20)

:شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا

ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب "
اسلام کا اثر مٹ جائے گا، قرآن کو اٹھا
لیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک آیت بھی
باقی نہ رہے گی۔ اور یہ یقینی طور پر
اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک کہ
اسلام پوری دنیا پر غالب نہ آ جائے اور
اس کا بول بالا نہ ہو جائے، جیسا کہ
:اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ [التوبة: 33؛ الفتح: 28؛ الصف 9].

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں اس کی وضاحت فرمائی ہے...

اور قرآن کریم کا آخری زمانے میں اٹھا لیا جانا دراصل اس بات کی تیاری ہے کہ قیامت ان بدترین مخلوق پر قائم کی جائے، جو اسلام کے بارے میں کچھ

بھی نہیں جانتے ہوں گے، یہاں تک کہ "توحید کا بھی علم نہ ہو گا۔

(السلسلة الصحيحة، 1/127-128)

پھر مصنف لکھتے ہیں:

اوپر ذکر کردہ قرآنی آیات، صحابہ کرام کے اقوال، اور علماء اسلام کی آراء کی طرف رسول اللہ ﷺ نے کئی احادیث میں اشارہ فرمایا، جو قیامت اور اس کی علامات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ:
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت برقرار رہے گی، شراب نوشی عام ہو جائے گی، اور زنا پھیل جائے گا۔"
(صحیح البخاري، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، 1/43، رقم 80؛ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه، 4/1632، رقم 2671)

2. حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" لوگوں پر ایک زمانہ ضرور آئے گا جب انسان کو اس بات کی پروا نہیں ہو گی کہ وہ مال حلال سے حاصل کر رہا ہے یا حرام سے."

(صحیح البخاري، کتاب البیوع، باب قول الله عز وجل:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً﴾ [آل عمران: 130]، 2/733، رقم 1977)

1. حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے نہ جا ملیں، اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کی عبادت نہ کرنے لگیں۔ اور بے شک میری

امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے۔"

(ابو داود، السنن، کتاب الفتن، رقم 4252؛

ترمذی، رقم 2219، حسن صحیح؛

ابن ماجہ، رقم 3952؛

صححہ الألبانی فی صحیح أبي داود، 3/801)

---

2. حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"زمانہ قریب ہو جائے گا، عمل کم ہو جائے گا، بخل دلوں میں ڈال دیا

جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، اور 'ہرج'

(قتل) بہت زیادہ ہو گا۔"

صحابہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ!

ہرج کیا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"قتل، قتل!"

(بخاری، کتاب الفتن، باب ظہور الفتن،

رقم 6652؛

مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم

وظہور الجهل، رقم 2672)

---

3. حدیث حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اسلام اس طرح مٹایا جائے گا جیسے کسی کپڑے کے نقش و نگار مٹائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نہ روزہ معلوم ہو گا، نہ نماز، نہ قربانی، نہ صدقہ۔ اور اللہ کی کتاب ایک رات میں اٹھا لی جائے گی، اور زمین پر اس کی ایک آیت بھی

باقی نہ رہے گی۔ اور لوگوں میں کچھ بوڑھے مرد و عورتیں باقی رہ جائیں گے جو کہیں گے: ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اس کلمے 'لا إله إلا الله' پر پایا تھا، تو ہم بھی وہی کہتے ہیں..."

)ابن ماجہ، السنن، کتاب الملاحم، باب ذهاب القرآن والعلم، رقم 4049؛
نعیم بن حماد، الفتن، 2/598؛
حاکم، المستدرک، 4/473، وقال: صحیح علی شرط مسلم؛
ووافقه الذهبي؛
الألباني، السلسلة الصحيحة، 1/127)

المبحث الخامس: دابہ کے کام اور ذمہ داریاں

اللہ عز وجل نے دابۃ الارض کو پیدا فرمایا ہے اور قیامت کے قریب اسے لوگوں کے سامنے ظاہر فرمائے گا۔ اسے بعض مخصوص کاموں کے لیے مامور فرمایا گیا ہے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح ثابت شدہ احادیث میں آیا ہے۔ مفسرین اور محدثین نے ان کاموں کی تفصیل بیان کی ہے، بعض نے ایسے کام بھی ذکر کیے جو کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔

دابہ کے ان اہم کاموں میں سے جن کی خبر قرآن و حدیث میں آئی ہے، درج ذیل دو کام خصوصیت سے نمایاں ہیں:

پہلا کام:

زمین سے نکل کر لوگوں کے سامنے آنا اور ان کا اسے دیکھنا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ﴾

(النمل: 82)

:دوسرا کام

۔لوگوں سے بات کرنا

:جیسا کہ فرمایا

﴿۰تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾

(النمل: 82)

یہ دونوں کام قرآن کریم کی آیت سے قطعی طور پر ثابت ہیں اور ان کے مطابق دابہ کا کردار قیامت سے قبل ایک نشانی اور حجت کے طور پر ظاہر ہوگا۔

مسئلہ اول: دابہ کے لوگوں سے کلام کرنے سے کیا مراد ہے؟

علمائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿تُكَلِّمُهُمْ﴾ (یعنی: وہ ان سے کلام کرے گی) کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد آیت کی قراءات پر ہے۔

پہلا قول:

اس سے مراد دابہ کا لوگوں سے حقیقتاً بات کرنا، انہیں خبر دینا اور مخاطب کرنا ہے۔

یہ رائے ان قراءت کی بنیاد پر ہے جن میں "تُكَلِّمُهُمْ" (ضم ت، فتح کاف، تشدید لام) پڑھا گیا ہے، جو اکثر شہروں کے قراء کا معمول ہے۔

اس کی تائید درج ذیل قراءتوں اور اقوال سے ہوتی ہے:

ابی بن کعب نے آیت کی قراءت "تُكَلِّمُهُمْ" کی تشریح "تُنَبِّئُهُمْ" سے کی، یعنی انہیں ظاہر کرے گی۔

یحییٰ بن سلام نے "تُحَدِّثُهُمْ" کے الفاظ سے وضاحت کی، یعنی وہ دابہ ان سے بات کرے گی۔

السمين الحلبي کے مطابق یہ دونوں قراءتیں درحقیقت "تُكَلِّمُهُمْ" کی تفسیر ہیں۔

یہی موقف جمہور علماء کا ہے، جن میں علی بن ابی طالب، ابن عباس (جن سے اس بارے میں تین روایات منقول ہیں)، حسن بصری، قتادہ، نخعی، مکی بن ابی طالب، اور الفراء شامل ہیں۔ الفراء نے اس قراءت (تشدید والی) پر قراء کا اجماع بھی نقل کیا۔

امام طبریؒ نے کہا:

جو قراءت میں درست سمجھتا " <
ہوں وہی ہے جو اہل امصار کے قراء پر
رائج ہے، اور یہی اہل تفسیر کی رائے
بھی ہے-"

انہوں نے ابن عباس اور قتادہ کے حوالے
سے نقل کیا کہ آیت میں "تُكَلِّمُهُمْ" کا
مطلب ہے: بتانا اور آگاہ کرنا-

امام قرطبیؒ نے بھی اپنی کتاب التذکرة میں اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور فرمایا کہ آیت:

{تُكَلِّمُهُمْ}

کا مطلب یہ ہے کہ دابہ ان سے کلام کرے گی یعنی مخاطب کرے گی اور خبر دے گی۔

مآخذ:

تفسير الطبرى: 20/16

تفسير ابن أبي حاتم: 9/2926

الكشف عن وجوه القراءات السبع لمكي بن أبي طالب: 2/167

معاني القرآن للفراء: 2/300

أخبار مكة للفاكهي: 4/43

النكت والعيون للماوردي: 4/227

:الجامع لأحكام القرآن للقرطبي 13/157

8/642 :الدر المصون للسمين الحلبي

3/386-387 :تفسير ابن كثير

:النهاية في الفتن والملاحم لابن كثير 1/208

الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي: ص 300

4/152 :فتح القدير للشوكاني

المسألة الأولى: المراد بتكليم الدابة للناس

اقوال العلماء في تفسير قول الله) تعالى: ﴿تُكَلِّمُهُمْ﴾ (

القول الأول: دابہ حقیقتاً بات کرے گی ((کلام اور خبر دینا

یہ قول جمہور علما، مفسرین، محدثین، اور قراء کی رائے ہے۔

دابہ ان سے بات کرے گی، انہیں بتائے گی کہ وہ ایمان لائے یا کفر پر ہیں۔

اس قول کی بنیاد معروف قراءت پر ہے:

﴿تُكَلِّمُهُمْ﴾ (ضم ت، فتح کاف، تشدید لام)

دلائل:

قراءتِ عامہ (قراء أمصار) یہی ہے۔

تفسیر میں علی، ابن عباس، حسن بصری، قتادہ، نخعی وغیرہ سے یہی منقول ہے۔

امام طبریؒ اور امام قرطبیؒ نے اسی کو راجح قرار دیا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

دابہ تعقل وتنطق، وذلك - والله أعلم - ليقع لهم العلم بأنه آية من قبل الله، ضرورة؛ فإن الدواب لا عقل لها عادةً."

(التذكرة، 3/1331)

یہی قول امام قرطبی نے اپنی کتاب التذکرۃ میں اختیار کیا ہے، انہوں نے فرمایا: "ہم ان کے لیے زمین سے ایک دابہ نکالیں گے جو ان سے بات کرے گی" یعنی ایک ایسا جانور جو عقل اور گویائی رکھتا ہو، اور یہ—واللہ اعلم—اس لیے ہوگا تاکہ لوگوں کو قطعی طور پر یقین ہو جائے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے، کیونکہ

جانوروں کی عادت میں نہ عقل ہے نہ کلام۔
التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة (3/1331)

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں "تکلمھم" سے مراد زخم دینا ہے، جیسا کہ "کلم" کا مطلب زخم ہوتا ہے، نہ کہ گفتگو۔ آیت میں جو "تُكَلِّمُهُمْ" کا صیغہ ہے وہ "تَكْلِمُهُمْ" یعنی زخم دینے کے لیے تکثیر کے معنیٰ میں ہے۔ اس کی تائید اُس قراءت سے ہوتی ہے جو ابو زرعہ بن

عمرو الکوفی سے منقول ہے: "تَکْلِمُهُمْ"

یعنی ت پر زبر، کاف پر سکون، اور لام

مخفف۔

یہ قراءت ابن عباس، سعید بن جبیر،

مجاہد، حسن، عاصم الجحدری اور ابو

رجاء العطاردی سے بھی مروی ہے۔

عکرمہ نے اس کا مطلب بیان کیا:

"یعنی ان کو نشان زد کرے گی"۔

(تفسیر الطبري 16/20، مختصر في

شواذ القرآن لابن خالويه ص 112،

الكشف عن وجوه القراءات السبع لمكي

بن أبي طالب **2/167**، بحر العلوم للسمرقندي **2/505**، معالم التنزيل للبغوي **3/428**، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي **13/157**، الدر المصون للسمين الحلبي **8/642**، تفسير ابن كثير **3/387**، النهاية في الفتن والملاحم لابن كثير **1/208**، الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي ص **300**، فتح القدير للشوكاني **4/152**)

اس قول کے قائلین اپنی بات کی تائید اس حدیث سے کرتے ہیں جو حضرت

ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "دابہ نکلے گی، اور لوگوں کو ان کی ناک کے سروں پر نشان لگائے گی، پھر وہ تمہارے درمیان ایسے گھل مل جائیں گے کہ ایک آدمی اونٹ خریدے گا تو پوچھا جائے گا: تم نے یہ کس سے خریدا؟ وہ کہے گا: ان نشانداروں میں سے کسی ایک سے."

(تخریج مبحث ثانی، ص **17-18** میں گزر چکا ہے)

تیسرا قول یہ ہے کہ آیت میں "تکلمھم" سے مراد دونوں کام ہیں؛ یعنی بات چیت کرنا اور زخم لگانا۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ "تکلمھم" سے مراد بات ہے یا زخم لگانا؟ تو فرمایا: "دونوں، اللہ کی قسم! وہ یہ دونوں کرے گی"۔

تفسیر ابن أبي حاتم 9/2926،)
الكشف عن وجوه القراءات السبع لمكي
بن أبي طالب 2/167، الجامع لأحكام
القرآن للقرطبي 13/158، تفسیر ابن
كثیر 3/387، الإشاعة لأشراط الساعة
للبرزنجي ص 300)

ابو الجوزاء کہتے ہیں: میں نے ابن
عباس سے اس آیت کے متعلق پوچھا:
"تُكَلِّمُهُمْ" یا "تَكْلِمُهُمْ"؟ تو انہوں نے
فرمایا: اللہ کی قسم! وہ ان سے بات
کرے گی اور زخم بھی لگائے گی؛ مؤمن

سے بات کرے گی، اور کافر و فاجر کو زخم دے گی.

تفسیر ابن أبي حاتم **9/2926**،)
معالم التنزيل للبغوي **3/428**، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي **13/158**، الدر المنثور للسيوطي **11/401**)

ابن کثیر نے کہا: یہ ایک اچھا قول ہے، اس میں کوئی تعارض نہیں.

(**3/387** تفسیر ابن کثیر)

ابن کثیر نے ایک اور مقام پر کہا: یہ قول دونوں مذاہب کو جمع کرنے والا ہے، قوی اور اچھا ہے۔

(النهاية في الفتن والملاحم 1/208)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب ان پر قول واقع ہو گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک دابہ نکالیں گے جو ان سے بات کرے گی کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔"

(سورة النمل، آية 82)

اور دوسرا، یعنی داغ دینا اور زخم لگانا، تو یہ نبی ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابو امامہؓ کی وہ حدیث جو پہلے کئی مقامات پر گزر چکی ہے، جس میں آیا ہے: "دابہ نکلے گی اور لوگوں کو ان کی ناکوں کے سروں پر نشان لگائے گی".

(تخریج مبحث ثانی، ص 17-18)

مزید یہ کہ دابہ کا کفار سے یہ کہنا کہ وہ اللہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتے، درحقیقت ان کے لیے ایک زخم ہی ہے، کیونکہ یہ ان کی گمراہی اور عدم عدالت کو واضح کرتا ہے۔ جیسے شاعر نے کہا:

"تلوار کا زخم بھر جاتا ہے،
لیکن زبان کا زخم ہمیشہ رہتا ہے۔"

(البیان والتبیین للجاحظ ص 167، لسان العرب لابن منظور 11/251،

اور ابن الأعرابی نے یہ شعر روایت کیا ہے)

مسئلہ دوم: دابہ کا لوگوں سے کلام کرنے کی حقیقت اور نوعیت کیا ہے؟

علماء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوا ہے کہ دابہ کا کلام درحقیقت کیسا ہوگا؟ یعنی:

1. کیا یہ کلام "لسان الحال" کے ساتھ ہوگا یا "لسان المقال" کے ساتھ؟

2. کیا یہ کلام صرف دابہ کی ظاہری علامات اور افعال سے ظاہر ہوگا بغیر کسی نطق و لفظ کے؟

3. یا پھر یہ کلام درحقیقت حرف اور آواز کے ساتھ بولا ہوا کلام ہوگا؟

(4/227 النکت والعیون للماوردي)

والصواب جو آیت سے سمجھ آتا ہے، اور جو دابہ کے خروج اور اس کے لوگوں سے کلام کرنے میں موجود اعجاز، حیرت اور غرابت کو واضح کرتا ہے؛ وہ یہ ہے کہ دابہ کا کلام "لسان المقال" سے ہوگا، یعنی لفظ، حرف اور آواز کے ساتھ۔ اور یہ بات ماننے میں کوئی مانع نہیں کہ اس کا نکلنا، اور مؤمن و کافر کو ان کے مطابق نشان لگانا، نصیحت آموز کلمات ہوں گے، اُن

کے لیے جو غور سے سنیں اور حاضر دل ہوں۔

اور دوسرا مسئلہ دابہ کے کلام کی حقیقت اور نوعیت کا ہے۔ اس میں علماء کے مابین اختلاف ہوا ہے اور کئی اقوال سامنے آئے، جو آیت کریمہ اور نبی ﷺ کی احادیث کے فہم و اجتہاد پر مبنی ہیں۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو ان تمام اقوال کا حاصل اور نچوڑ ایک ہی ہے:

یعنی ان لوگوں کی سرزنش اور ملامت جنہوں نے اللہ اور اس کی آیات پر ایمان نہیں لایا، اور ان کے حال کا بیان۔

اور شاید ان اقوال میں سب سے قوی قول، میری نظر میں، وہ ہے جو آیت کے سیاق سے بھی سمجھ آتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"جب ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہوگا، ہم ان کے لیے زمین سے ایک دابہ نکالیں گے، جو ان سے کہے گی: بے شک لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے"۔

(82 سورة النمل، آیت)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دابہ لوگوں سے یہ کہے گی کہ: "بے شک لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے". یہ قول حضرت علی، ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمرو، ابن عمر، قتادہ، عطا الخرساني، اور مقاتل رحمهم اللہ سے مروی ہے.

یہی قول امام طبری نے اختیار کیا ہے، جبکہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس

میں نظر (یعنی تحقیق کی گنجائش)

ہے-

اور مقاتل رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ دابہ

کا کلام عربی زبان میں ہوگا-

تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر)

الطبري 20/16، تفسیر ابن أبي حاتم

9/2926، أخبار مكة للفاكهي

4/39-40، النكت والعيون للماوردي

4/228، معالم التنزيل للبغوي

3/428، زاد المسير لابن الجوزي

6/193، تفسیر ابن كثير 3/387،

النهاية في الفتن والملاحم 1/208، الدر المنثور للسيوطي 11/400، فتح القدير للشوكاني 4/152)

یہ قول اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ "یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہو"، اور یہی اس کے نزدیک ظاہر ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ "یہ دابہ کا کلام ہو".

لیکن اس پر "بآیاتنا" کا لفظ اعتراض
:بنتا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے

یا تو اس آیت کو دابہ کے ساتھ
مخصوص مانا جائے گا، تو آیات کی
اضافت (بآیاتنا) ایسے ہی ہوگی جیسے
بادشاہ کے پیروکار کہتے ہیں: "ہماری
سواریاں" یا "ہماری گھوڑیاں" حالانکہ
.وہ بادشاہ کی ہوتی ہیں

یا پھر یہ مانا جائے گا کہ یہاں مضاف محذوف ہے، یعنی مطلب ہوگا: "بآیات ربنا".

اور "تُكَلِّمُهُمْ" اگر حدیث کے معنی میں ہو تو یہ یا تو "تقول لهم" کے معنی میں ہوگا، یا اس میں "القول" محذوف مانا جائے گا، یعنی "فتقول كذا".
یہ سب باتیں "تُكَلِّمُهُمْ" کی تفسیر کے طور پر کی گئی ہیں.
الدر المصون للسمين الحلبي 8/643،)
حاشية الشهاب للخفاجي 7/269(

نسفی نے اس کے قریب تر مفہوم یوں بیان کیا ہے:

مراد یہ ہے کہ (بآیاتنا) کا مطلب ہے: "بآیات ربنا، یا یہ اللہ تعالیٰ کا اس وقت کا ارشاد ہے جسے نقل کیا گیا ہے".

(مدارك التنزيل وحقائق التأويل 2/622)

وقولي بأن یہ قول اقرب الاقوال الی الصواب ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ دابہ صرف یہی ایک بات کرے گی، بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ یہی وہ کلام ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، اور ممکن ہے کہ وہ اس کے علاوہ بھی کچھ کہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان "أن الناس" میں دو قراءتیں ہیں:

پہلی قراءت: "أن الناس" یعنی ہمزہ پر فتح، اور اس قراءت کے مطابق دابہ لوگوں کو بتائے گی کہ بے شک لوگ (یعنی کافر) اللہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ یہ قراءت کوفیوں، یعقوب، ابن أبی إسحاق اور یحییٰ نے پڑھی ہے۔ اور ابو عبید کے مطابق، یہ جملہ "أن الناس..." مفعول بہ ہے، جو فعل "تکلمهم" پر واقع ہوا ہے۔

) معانی القرآن للفراء **3/300**، تفسیر الطبري **20/16**، الكشف عن وجوه

القراءات السبع لمكي بن أبي طالب 2/167، بحر العلوم للسمرقندي 2/505، الموَضح في وجوه القراءات وعللها لنصر بن علي الفارسي 2/973، معالم التنزيل للبغوي 3/428، زاد المسير لابن الجوزي 6/193، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي 13/158، الدر المصون للسمين الحلبي 8/642–643، فتح القدير للشوكاني 4/152)

دوسری قراءت: "إن الناس" یعنی ہمزہ پر کسر، اور یہ قراءت حجازیوں، شامیوں، بصریوں، کسائی اور فراء سے منقول ہے۔ اس قراءت میں "إن الناس..." والی جملہ مستقل خبریہ جملہ ہوگی، اور دابہ کا کلام اس پر ختم ہو جائے گا: "تکلمهم"، اور "إن الناس..." اللہ تعالیٰ کا کلام ہوگا۔ بعض مفسرین جیسے اخفش کے نزدیک یہاں "قول" محذوف ہے، یعنی مطلب یہ ہوگا: دابہ ان سے کہے گی: "إن الناس

كانوا بآياتنا لا يوقنون"، تو یہ جملہ

دابہ کے کلام میں شمار ہوگا۔

معانی القرآن للفراء **3/300**، تفسير)

الطبري **20/16**، الكشف عن وجوه

القراءات السبع لمكي بن أبي طالب

2/167، فتح القدير للشوكاني

4/152)

مکی بن أبي طالب القیسی نے اس

قراءت (کسر ہمزہ) کی دو توجیہات

کیں اور ان کو پسند کیا:

پہلی: یہاں "قول" محذوف ہے، یعنی
دابہ کہتی ہے: إن الناس...

دوسری: کلام چونکہ "قول" ہی ہوتا ہے، اس لیے "تکلمهم" خود ہی "تقول لهم" کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے، اور یہی پسندیدہ ہے۔

(الكشف عن وجوه القراءات السبع لمكي بن أبي طالب 2/167، مدارك التنزيل للنسفي 2/622)

امام طبری نے دونوں قراءتوں کو صحیح مانا اور فرمایا:

یہ دونوں قراءتیں قریب المعنی ہیں اور امت کے درمیان مشہور ہیں، ان میں سے کسی بھی قراءت کو اختیار کرنے والا درست ہے.

(تفسير الطبري 20/16)

دوسرا قول: پہلا قول ہی ہے لیکن اس میں اضافہ یہ ہے کہ دابہ لوگوں سے "ذلق" زبان میں بات کرے گی، یعنی فصیح و بلیغ زبان میں.

لسان العرب لابن منظور **10/110**،)

القاموس المحيط للفيروز آبادي

3/234)

اور وہ (دابہ) ایسی آواز سے بات کرے گی جو قریب و دور سب سنیں گے، اور کہے گی: "کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے"، پھر کہے گی: "خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو". یہ قول قرطبی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے، اور نسفی نے بھی اس کا

ذکر کیا اور مزید کہا کہ یہ گفتگو عربی زبان میں ہوگی۔

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي 13/158، مدارك التنزيل للنسفي 2/621)

قول سوم: دابہ تمام مذاہب کے باطل ہونے کو بیان کرے گی، سوائے دین اسلام کے۔ یہ قول سُدّی نے کہا

(معالم التنزيل للبغوي 3/428، زاد المسير لابن الجوزي 6/193، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي 13/158،

مدارك التنزيل للنسفي 2/621، حياة الحيوان للدميري 1/459، فتح القدير للشوكاني 4/152)

قول چہارم: دابہ کہے گی کہ "یہ مؤمن ہے" اور "یہ کافر ہے". یہ قول بغوی، ابن الجوزی، ابو حیان، نسفی اور دمیری نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے.

(معالم التنزيل للبغوي 3/428، زاد المسير لابن الجوزي 6/193، البحر المحيط لأبي حيان 7/97، مدارك

التنزيل للنسفي **2/621**، حياة الحيوان للدميري **1/459**)

قول پنجم: دابہ ان لوگوں سے کہے گی جنہوں نے اسے دیکھا کہ "اہلِ مکہ محمد ﷺ اور قرآن پر یقین نہیں رکھتے تھے". یہ قول واحدی نے بیان کیا، اور دمیری نے بھی بعض لوگوں سے نقل کیا ہے۔

الوجيز في تفسير الكتاب العزيز) للواحدي **2/810**، حياة الحيوان للدميري **1/460**)

قول ششم: دابہ لوگوں سے وہ بات کرے گی جو ان کے لیے ناپسندیدہ ہوگی۔ اس قول کو واحدی اور سمرقندی نے اختیار کیا، اور قرطبی و شوکانی نے بھی اسے بعض سے نقل کیا۔

(الوجيز في تفسير الكتاب العزيز للواحدي **2/809–810**، بحر العلوم للسمرقندي **2/505**، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي **13/158**، فتح القدير للشوكاني **4/152**)

قول ہفتم: جب کوئی کافر دابہ کے خروج کے وقت نماز کے لیے لپکے گا تو دابہ کہے گی: "جتنا چاہے لمبا کر لے، خدا کی قسم! میں تجھے ضرور نشان زدہ (خطم) کر کے رہوں گی". یہ قول عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے۔

(أخبار مكة للفاكهي 4/42، الدر المنثور للسيوطي 11/403)

قول آٹھواں: دابہ اُس کافر سے کہے گی جو اس کے خروج کے وقت گھبرا کر نماز کی طرف لپکے گا: "نماز تیری ضرورت نہیں، یہ تو محض تعوذ اور ریاکاری ہے"، پھر اسے ٹھپہ لگا دے گی۔ یہ قول بھی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے۔

(الفتن لنعیم بن حماد 2/662، تفسیر الطبري 20/14-16، معالم التنزیل للبغوي 3/430، الدر المنثور للسیوطي 11/412)

قول نواں: دابہ مؤمن سے کہے گی: "تو اہل جنت میں سے ہے"، اور کافر سے کہے گی: "تو اہل دوزخ میں سے ہے".

یہ قول خالد بن معدان الكلاعى کا ہے۔

السنن الواردة في الفتن لأبي عمرو (الداني 6/1256)

قول دسواں: دابہ لوگوں سے عربی زبان میں فصیح اور واضح انداز میں انہی کی زبان میں بات کرے گی۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

الدر المنثور للسيوطي 11/411،)
الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي
ص301)

قول گیارھواں: دابہ عربی زبان میں لوگوں سے یہ کہے گی کہ کفار مکہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ یہ قول عبد الکریم محمد الأسعد صاحبِ معرض الإبریز نے اختیار کیا ہے۔

معرض الإبريز من الكلام الوجيز لعبد)
الكريم محمد الأسعد 4/169)

تیسری بات: دابہ لوگوں کو، مؤمن اور کافر، دونوں کو ٹھپہ لگائے گی، جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دابہ نکلے گی، اور لوگوں کے ناکوں پر ٹھپہ لگائے گی، پھر وہ لوگوں کے درمیان میل جول رکھیں گے، حتیٰ کہ کوئی شخص اونٹ خریدے گا، تو پوچھے گا: تم نے یہ کس سے خریدا؟ وہ کہے گا: اُن میں سے ایک سے جن پر ٹھپہ لگا ہوا ہے"۔

تخریج: حدیث ابو أمامة، مبحث)
الثانی، ص 17–18)

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں بھی آیا ہے، جس کی صحت میں اختلاف ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
" دابہ نکلے گی، اور اس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔

وہ کافر کو انگوٹھی سے ٹھپہ لگائے گی، اور مؤمن کا چہرہ لاٹھی سے چمکا دے گی، یہاں تک کہ کھانے کی ایک ہی دستر خوان پر جمع ہونے والے لوگ کہیں گے: یہ مؤمن ہے، اور یہ کافر".

تخریج: حدیث أبو هريرة، مبحث (الثانی، ص 18)

اور جیسے کہ علماء رحمہم اللہ، جو دابہ کے وسْم (ٹھپہ) لگانے کو مانتے ہیں، اُن کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ ٹھپہ کیسے اور کہاں لگایا

جائے گا، اگرچہ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ دابہ، جیسا کہ نصوص میں وارد ہوا ہے، مؤمن اور کافر کے درمیان فرق کرے گی۔ ان سب اقوال کا مقصد ایک ہی ہے: دابہ ایمان والوں کو کفر اور نفاق والوں سے ممتاز کرے گی۔ چند اقوال یہ ہیں:

قول اول: دابہ مؤمن کے چہرے کو اس طرح چمکا دے گی کہ وہ روشن ہو جائے گا، اور کافر کو ناک پر مارے گی

(ٹھپہ لگائے گی) جو اس کے کفر کی علامت ہوگی.

یہ قول حذیفہ بن اسید سے مروی ہے، اور اسے عبد الرزاق اور طبری نے روایت کیا ہے.

تفسیر عبد الرزاق 3/84، تفسیر الطبري 20/14-15)

یہ قول حذیفہ کی دابہ کے خروج والی روایت اور ابو ہریرہ کی عصا و خاتم والی حدیث کی بعض روایات پر مبنی ہے، جن کی صحت پر کلام ہو چکا ہے.

تخریج: مبحث الثانی والثالث،)
ص18-23)

قول دوم: دابہ مؤمن کو چہرے پر سفیدی کا نشان دے گی، اور کافر کے چہرے پر سیاہی کا۔
یہ قول ابو الزبیر سے مروی ہے، اور اس قول کو ماوردی اور عز بن عبد السلام نے بھی بعض اہل علم کی طرف منسوب کیا ہے۔

بحر العلوم للسمرقندي 2/505،)
النكت والعيون للماوردي 4/227،
(2/475 تفسير العز بن عبد السلام

قول سوم: دابہ مؤمن کے چہرے پر "مؤمن" لکھ کر اس کو نشان زد کرے گی، اور کافر کے چہرے پر "کافر" لکھ کر اس کو نشان زد کرے گی۔

یہ قول ابن کثیر نے بعض اہل علم کی طرف منسوب کیا ہے۔

(النهاية في الفتن والملاحم **1/208**)

قول چہارم: دابہ مؤمن کو اس طرح نشان زد کرے گی کہ اس کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور اس کی پیشانی پر "مؤمن" لکھ دے گی، جبکہ کافر کا چہرہ سیاہ کر دے گی اور اس کی پیشانی پر "کافر" لکھ دے گی۔

یہ قول سخاوی اور قنوجی نے بعض مفسرین سے نقل کیا ہے، اور سفارینی

نے بھی اسی کے قریب بات بعض سے نقل کی ہے.

(القناعة للسخاوي ص70، لوامع الأنوار للسفاريني 2/148، الإذاعة للقنوجي ص121)

قول پنجم: دابہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے مؤمن کے چہرے پر مار کر اس کو سفید کر دے گی، اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے کافر کی پیشانی پر ٹھپہ لگا دے گی.

یہ قول عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے.

(16/20 تفسير الطبري)

قول ششم: دابہ کا وسْم (ٹھپہ) اور جَرح (زخم) صرف کافر اور منافق کے لیے ہوگا، تاکہ اس کے ذریعے مؤمن اور کافر میں فرق کیا جا سکے۔ یہ زخم معنوی ہوگا، یعنی ان کے کفر و نفاق کو ظاہر کرنا، جیسے گواہوں کو فسق کے ذریعے مجروح کیا جاتا ہے۔

یہ قول ماوردی اور عز بن عبد السلام نے نقل کیا ہے، اور ماوردی نے اسے ابن

عباس کا قول قرار دینے کو زیادہ مناسب قرار دیا۔

(النکت والعیون للماوردي 4/227، تفسیر العز بن عبد السلام 2/475)

ماوردی یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو ابو الجوزاء نے ذکر کی کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت "تُکَلِّمُهُمْ" کے بارے میں پوچھا کہ آیا یہ "تُکَلِّمُهُمْ" ہے یا "تَکْلِمُهُمْ"؟ تو ابن عباس نے فرمایا:

یہ واللہ تُکلّمُھُمْ اور تکْلِمُھُمْ دونوں ہے۔ "
وہ مؤمن سے بات کرے گی اور کافر و
فاجر کو زخمی کرے گی۔"
تفسير ابن أبي حاتم 9/2926،)
معالم التنزيل للبغوي 3/430، الجامع
لأحكام القرآن للقرطبي 13/158، الدر
المنثور للسيوطي 11/401)

لیکن ماوردی کے کلام سے جو یہ مفہوم
لیا گیا ہے کہ یہ قول ابن عباس کے قول
کے زیادہ قریب ہے، تو اس میں نظر
(غور) ہے؛ کیونکہ ابن عباس کے قول
سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ تجریح
(زخم لگانا) کافر اور منافق کے ساتھ
خاص ہے، مگر یہ بات اس سے نہیں
سمجھی جا سکتی کہ یہ تجریح معنوی
ہے جیسے فاسق گواہوں کو فسق کے
ذریعے مجروح کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اصل
یہ ہے کہ ابن عباس کے کلام کو حقیقت

پر محمول کیا جائے اور اس کے ظاہر
مراد کو لیا جائے، نہ کہ اسے مجاز پر
محمول کیا جائے۔ اس کا ظاہر یہ بتاتا
ہے کہ دابہ "تکلم" یعنی بات بھی کرے
گی، جیسا کہ آیت میں آیا ہے، اور
"تکلم" یعنی زخم بھی لگائے گی اور
نشان بھی لگائے گی، جیسا کہ حدیث
میں ثابت ہے۔

قول ساتواں: دابہ کا وسْم (نشان
لگانا) اور تجریح (زخم دینا) صرف
کافر اور منافق کے لیے ہوگا تاکہ وہ

مؤمن اور کافر کے درمیان فرق کرے، اور یہ بات ابن عباس کے اس قول سے سمجھی جاتی ہے جب ان سے آیت "تُكَلِّمُهُمْ" کے بارے میں سوال کیا گیا۔

قول آٹھواں: دابہ کافر کے چہرے پر ایک سیاہ نکتہ (نشان) لگا دے گی جو چہرے پر پھیل جائے گا، حتیٰ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا، اور مؤمن کے چہرے پر ایک سفید نکتہ لگائے گی جو پھیل کر چہرے کو سفید کر دے گا، تو اس طرح مؤمن اور کافر میں فرق

معلوم ہو گا۔ یہ قول عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن عباس

.رضی اللہ عنہم سے مروی ہے

تفسیر الطبری **20/15-16**، بحر) العلوم للسمرقندی **2/505**، تفسیر عبد الرزاق **3/84**، الفتن لنعیم بن حماد **2/665**، السنن الواردة في الفتن للداني **6/1254**، زاد المسیر لابن الجوزي **6/192-193**، الدر المنثور للسیوطي **11/402، 406، 406)**

قول نواں: دابہ موسیٰؑ کی لاٹھی سے مؤمن کی پیشانی پر سفید نکتہ لگائے گی جس سے اس کا چہرہ سفید ہو جائے گا، اور سلیمانؑ کی انگوٹھی سے کافر کے ناک پر سیاہ نکتہ لگائے گی جس سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ یہ قول ابو الزبیر سے مروی ہے، اور بیضاوی نے بھی اس قول کو اختیار کیا، اور سفارینی نے اسے بعض علماء سے نقل کیا ہے۔

تفسير ابن أبي حاتم 9/2924،)

النكت والعيون للماوردي 4/226،

معالم التنزيل للبغوي 3/429، الدر

المنثور للسيوطي 11/411، تفسير

البيضاوي 4/278، لوامع الأنوار

(2/148 للسفاريني

قول دسویں: دابہ مؤمن کے چہرے اور

کندھے پر نشان لگائے گی جس سے اس

کا چہرہ سفید ہو جائے گا، اور کافر کے
چہرے اور کندھے پر نشان لگائے گی
جس سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔
یہ قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔

(4/39 أخبار مكة للفاكهي)

قول گیارھواں: جب دابہ ظاہر ہوگی تو
جو کافر نماز کی طرف دوڑے گا، دابہ
اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان
"کذاب" (جھوٹا) لکھ دے گی۔ یہ قول
صدقہ بن یزید کا ہے۔

(تفسير ابن أبي حاتم **9/2926**، الدر
المنثور للسيوطي **11/403**)

قول بارھواں: دابہ دونوں گروہوں، یعنی
مؤمنین اور کفار کے چہروں پر
"پھونک" کے ذریعے نشان لگائے گی؛
مؤمن کے چہرے پر "مؤمن" اور کافر
کے چہرے پر "کافر" کندہ ہو جائے گا۔
یہ قول قرطبی نے بعض اہل علم سے
نقل کیا ہے۔
(التذکرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة
للقرطبي **3/1333**)

یہ اسلامی علماء کے بعض اقوال ہیں جو دابہ کے "وسم" (نشان لگانے) سے متعلق ہیں، اور ان کے درمیان بعض اوقات مشابہت اور اندرونی ربط پایا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان سب کا خلاصہ اور مفہوم ایک ہی ہے: مؤمن اور کافر کے درمیان ظاہری فرق ظاہر کرنا۔

جو کچھ پہلے بیان ہوا، یعنی دابہ کا
زمین سے نکلنا، لوگوں کا اس کو
دیکھنا، ان سے بات کرنا، اور پھر ان پر
نشان لگانا تاکہ ان میں سے مؤمن اور
کافر ممتاز ہو جائے—یہ سب کچھ اللہ
تعالیٰ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی
سنت میں وارد صحیح نصوص سے
ثابت ہے۔

لیکن اس مبحث کے اختتام سے پہلے
اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ بعض اہل
علم نے دابہ کے ایسے اعمال بھی ذکر

کیے ہیں جو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں بلکہ وہ ضعیف اور مشکوک احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

ان میں سے ایک وہ بات ہے جو حافظ ابن کثیرؒ نے النهاية في الفتن والملاحم میں، امام السفارینیؒ نے لوامع الأنوار میں، اور علامہ البرزنجيؒ نے الإشاعة لأشراط الساعة میں ذکر کی ہے کہ قیامت کے دن دابہ ابلیس کو قتل کرے گی۔

یہ بات انہوں نے ایک روایت کے تحت ذکر کی جس کا عنوان حافظ ابن کثیرؒ نے رکھا: "خبر عجیب ونبأ غریب"، اور اسے نعیم بن حماد نے الفتن میں طبرانی کے واسطے سے روایت کیا۔ سفارینی اور برزنجي نے بھی یہی روایت نعیم اور حاکم کے حوالہ سے ابن مسعود سے نبی ﷺ کی طرف منسوب کی۔ روایت کے آخر میں ہے:

پس ابلیس سجدہ کرتے ہوئے روتا رہے "
گا یہاں تک کہ زمین سے دابہ نکلے گی
اور اسے قتل کر دے گی۔"

حوالہ: النهاية في الفتن والملاحم)
1/178-180, 219؛ لوامع الأنوار
2/143, 148؛ الإشاعة لأشراط
الساعة ص 293, 299؛ الفتن لنعيم
بن حماد 2/654-655)

لیکن اس روایت کے بارے میں محدثین
کا کہنا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس کے

راوی "الحارث الأعور" پر جرح کی گئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ التهذیب میں (2/126) ابو زرعہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا"

ابو حاتم کہتے ہیں:

"یہ قوی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی حدیث سے حجت لی جاتی ہے"۔

التقریب میں (ص 146) لکھتے ہیں:

الشعبي نے اسے جھوٹا قرار دیا، اور یہ " رفض (شیعہ رجحان) کی طرف مائل تھا، اس کی حدیث ضعیف ہے."

اسی طرح حاکم نے المستدرك (4/521-522) میں جو روایت نقل کی وہ بھی بالکل مختلف سیاق رکھتی ہے ان روایات سے جو سفارینی اور برزنجي نے نقل کیں، ممکن ہے کہ ان دونوں کو روایتوں میں خلط ہو گیا ہو، خاص طور پر اس وجہ سے کہ دونوں روایات کا اسناد ایک جیسا ہے.

حاکم نے اس حدیث کے اسناد میں ایک اور علت کی طرف اشارہ کیا ہے: عبد الوهاب بن الحسین مجہول راوی ہے، اور کہا:

" میں نے اس حدیث کو تعجب کے طور پر روایت کیا ہے، اور عبد الوهاب مجہول ہے"

امام ذہبی نے تلخیص المستدرك میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

یہ من گھڑت (موضوع) حدیث ہے، "

"والسلام

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ابن کثیرؒ نے النہایة میں اس حدیث کو طویل صورت میں نعیم کے حوالے سے طبرانی کی روایت کے طور پر نقل کیا، جبکہ الفتن میں یہ متن مختلف جگھوں پر منتشر ہے، اور دابہ کے ابلیس کو قتل کرنے کا حصہ (2/654-655) میں ہے، اور ایک اور حصہ (2/543-546) میں، اور دونوں جگہ اسناد ایک ہی ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر اور النهاية في الفتن والملاحم میں، امام السخاویؒ نے القناعة میں، اور علامہ البرزنجيؒ نے الإشاعة میں ذکر کیا ہے، ایک حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس حدیث میں قیامت کے وقت دابہ کا ابلیس کو تھپڑ مارنا (لطم) اور اس کی ناک پر مارنا (خطم) کا ذکر ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کے متعلق کہا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کا نبی ﷺ تک مرفوع ہونا منکر (قابلِ انکار) ہے۔

(۱)
حوالہ جات:

تفسیر ابن کثیر (2/202–203)

النهاية في الفتن والملاحم
(1/218–219)

القناعة فيما يحسن الإحاطة من أشراط الساعة للسخاوي (ص 72)

الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي (ص 299)

الطبراني، المعجم الأوسط (1/36)

مجمع الزوائد للهيثمى (8/8): "وفيه إسحاق بن إبراهيم بن زبريق، وهو ضعيف"

الدر المنثور للسيوطي (6/288–289): وعزاه للطبراني وابن مردويه.

المبحث السادس: وقت خروج الدابَّة

ذکر وقت خروج الدابَّة حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں آیا ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: " بے شک سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ مغرب سے سورج کا طلوع ہے، اور دابَّہ کا لوگوں پر دن چڑھے نکلنا۔ ان

دونوں میں سے جو نشانی بھی پہلے ظاہر ہو، دوسری اس کے فوراً بعد ظاہر ہوگی".

(١) تقدّم تخريجه في أثناء المبحث الثاني، ص 17

اس حدیث سے درج ذیل امور کا مفہوم حاصل ہوتا ہے:

1. سب سے پہلی ظاہر ہونے والی نشانی یا تو سورج کا مغرب سے طلوع

ہونا ہے یا دابَّہ کا ظہور، ان میں سے جو پہلے ہو، دوسری اس کے قریب تر ہوگی۔

2. ان دونوں نشانیوں (طلوع الشمس و خروج الدابۃ) کا ظہور ایک دوسرے کے قریب ہوگا۔

3. یہ دونوں نشانیاں دیگر نشانیوں سے پہلے واقع ہوں گی، جیسے کہ دجال کا ظہور، حضرت عیسیٰؑ کا نزول، اور یأجوج و مأجوج کا خروج۔

تاہم اس مسئلے میں اشکال یہ پیدا ہوتا
ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ
سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے
وقت ایمان کسی کو نفع نہیں دے گا،
جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے
:کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

" قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی
جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ
کرے، پس جب وہ طلوع کرے گا اور

لوگ اسے دیکھیں گے تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن اس وقت کسی جان کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جس نے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی ہو۔"

(٢)

بخاری، صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: لا ینفع نفساً إیمانها (4/1697، حدیث 4360)

بخاری، کتاب الرقاق، باب: طلوع الشمس من مغربها (5/2386، حدیث 6141)

مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب: بیان الزمن الذي لا یقبل فیه الإیمان (1/124، حدیث 157)

اور بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کی ابتدائی علامات میں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے علاوہ اور نشانیاں بھی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے جو حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے ان سوالات سے متعلق ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسلام قبول کرتے وقت کیے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا: قیامت کی پہلی

نشانی کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کی پہلی نشانی مشرق سے مغرب کی طرف لوگوں کو جمع کرنے والی آگ ہوگی"۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریته (۳/۱۲۱۱، حدیث ۳۱۵۱)

كتاب التفسير، باب: مَن كانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ [البقرة: ٩٧] (۴/١٦٢٨، حديث ۴٢١٠)

اور جیسا کہ ائمہ الحلیمي، البیهقي، ابن حجر اور السفاریني رحمهم الله نے ذکر کیا، اشکال اس میں ہے کہ اگر سورج کا مغرب سے طلوع ہونا تمام علامات میں سب سے پہلی علامت ہو، دجال کے خروج، عیسیٰ ابن مریم کے نزول اور یأجوج و مأجوج سے بھی پہلے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ کے

زمانے میں جو کفار ایمان لائیں گے، ان کا ایمان قبول نہیں ہوگا، کیونکہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور یہ اس بات سے متعارض ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب توڑیں گے، خنزیر قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، اور دین ایک ہی ہوگا۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور عنقریب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے، وہ عادل حاکم ہوں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے، مال اتنا بڑھے گا کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔"

پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
:اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو

﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ
مَوْتِهِ﴾:

(۲) النساء: ۱۵۹
(۳) صحیح البخاری، کتاب أحادیث
الأنبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم
علیہما السلام (۳/۱۲۷۲، حدیث ۳۲۶۴)

صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکماً بشریعة محمد ﷺ (۱/۱۲۲-۱۲۳)، حدیث (۱۵۵

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" انبیاء علاّتی بھائی ہیں؛ ان کی مائیں مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہوتا ہے، اور میں عیسیٰ بن مریم کا سب سے

زیادہ قریب ہوں؛ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا، اور بے شک وہ نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا: درمیانے قد کے سرخ و سفید رنگ والے شخص ہوں گے، دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے، ان کے سر سے پانی ٹپکتا ہوگا، حالانکہ انہیں بلل (گیلاپن) نہیں پہنچا ہوگا، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے، اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔

اللہ ان کے زمانے میں تمام ملتوں کو
ہلاک کر دے گا سوائے اسلام کے، اور
اللہ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو
بھی ہلاک کر دے گا۔ پھر زمین پر امن
و امان قائم ہو جائے گا، حتیٰ کہ شیر
اونٹوں کے ساتھ چریں گے، چیتے
گائیوں کے ساتھ، اور بھیڑئیے بکریوں
کے ساتھ، اور بچے سانپوں کے ساتھ
کھیلیں گے اور انہیں کوئی نقصان نہ
پہنچے گا۔ وہ چالیس سال زندہ رہیں

گے، پھر ان کا انتقال ہو جائے گا، اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے"۔

(۱) مسند أحمد (۲/۴۰۶)، سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال (۴۳۲۴)، المستدرك للحاكم (۲/۵۹۵) وقال: "هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه"، ووافقه الذهبي۔ وقال ابن كثير في النهاية في الفتن والملاحم (۱/۱۸۸): "وهذا إسناد جيد قوي"۔ وقال ابن حجر في فتح الباري (۶/۴۹۳): "إسناد صحيح"، وقال

الألباني في السلسلة الصحيحة
(٢/٢١٤): "وهذا إسناد صحيح".

** اور عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ
کے حدیث میں مذکور ابتدائیت
(اولیت) اور دیگر احادیث میں قیامت
کی نشانیوں کے ترتیب اور کس نشانی
کا پہلے ظہور ہوگا؟ نیز سورج کے مغرب

سے طلوع ہونے کے بعد توبہ کے دروازے
بند ہونے والی احادیث کے متعلق جو
اشکال پیدا ہوتا ہے، اس نے علماء کو
اس بات میں اختلاف میں مبتلا کیا کہ
اس اشکال سے کیسے نمٹا جائے اور اس
کی تطبیق کیسے دی جائے۔ اور ان
مختلف طریقوں کے بیان سے قبل، میں
یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس
مسئلہ میں اختلاف صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم اجمعین کے دور ہی سے
موجود تھا۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو

رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کا وہ
قول بیان کیا جو انہوں نے اس مسئلہ
میں اختلاف سننے کے بعد بیان فرمایا۔
امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت
کیا ہے کہ ابو زرعہ نے کہا: مروان بن
حکم کے پاس مدینہ میں تین مسلمانوں
کا ایک گروہ بیٹھا، پس انہوں نے مروان
کو ان نشانیوں کے متعلق بیان کرتے سنا
کہ ان میں سب سے پہلی نشانی دجال
کا خروج ہے، تو عبد اللہ بن عمرو رضی
اللہ عنہما نے کہا: مروان نے کچھ بھی

درست نہیں کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسا حدیث سنا ہے جو اب تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "بیشک سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ مغرب سے سورج کا طلوع اور لوگوں پر دابہ کا دن کے وقت نکلنا ہے، ان دونوں میں سے جو بھی پہلے واقع ہوگی، اس کے فوراً بعد دوسری نشانی بھی ہوگی".

(۱) مسلم، صحیح، حدیث "إِنَّ أَوَّلَ الآيات خروجاً..." (تخریج: مذکورہ، مبحث دوم، ص ۱۷).

اس اختلاف کی قدامت جاننے کے بعد علماء کرام رحمہم اللہ نے ان احادیث کے درمیان تطبیق دینے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے، ان میں سے ایک طریقہ درج ذیل ہے:

پہلا طریقہ: زمین کے احوال اور آسمانی احوال کے درمیان فرق کرنے کا

طریقہ، جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

نے اختیار کیا اور اسی کو ترجیح دی۔

:انہوں نے فرمایا

" تمام روایات کو سامنے رکھ کر جو

بات راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ

دجال کا خروج ان بڑی نشانیوں میں

سے سب سے پہلی نشانی ہے جو زمین

پر عام حالات کی تبدیلی کی خبر دیتی

ہے، اور یہ معاملہ عیسیٰ ابن مریم کے

نزول اور ان کی وفات پر ختم ہوگا۔ اور

مغرب سے سورج کا طلوع ان بڑی

نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی ہے جو آسمانی دنیا کے احوال میں تبدیلی کا پتہ دیتی ہے، اور یہ معاملہ قیامت کے قائم ہونے پر ختم ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ دابہ کا خروج بھی اسی دن ہو جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا... اور ان نشانیوں میں سے سب سے آخری نشانی جو قیامت کے قیام کی اطلاع دے گی وہ وہ آگ ہے جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی۔"

(۲) فتح الباري لابن حجر (۱۱/۳۵۳)

شیخ مرعی بن یوسف الحنبلی نے اس تطبیق پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ کلام تحقیق کی انتہا پر ہے"۔

(۳) لوامع الأنوار للسفاريني (۲/۱۴۲)، الإذاعة للقنوجي (ص ۱۱۸)

اور علامہ البرزنجي نے حافظ ابن حجر کی اس تطبیق کے بارے میں فرمایا:

" یہ ایک خوبصورت تطبیق ہے، اللہ ان پر رحم فرمائے"۔

(۴) الإشاعة لأشراط الساعة (ص ۲۹۴)

دوسرا طریقہ: وہ طریقہ ہے جس میں معمول کے مطابق آنے والی نشانیوں اور غیر معمولی نشانیوں کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ یہی طریقہ حافظ ابن کثیر، علامہ ابن أبی العز (شارح عقیدہ طحاویہ)، حافظ السخاوی، اور دیگر علماء نے اختیار کیا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے حدیث عبد اللہ بن
:عمرو کے ذکر کے بعد فرمایا
یعنی وہ نشانیاں جو غیر مألوف (غیر "
معمولی) ہیں ان میں سب سے پہلی
نشانی ہے۔ اگرچہ دجال کا خروج، عیسیٰ
علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور
یأجوج و مأجوج کا خروج اس سے پہلے
ہوگا، لیکن یہ سب مألوف (معمول کے
مطابق) امور ہیں؛ کیونکہ ان کا نظارہ
اور ان جیسے افراد کا مشاہدہ مألوف
ہے۔ مگر دابہ کا خروج ایک عجیب اور

غیر مألوف صورت میں ہوگا، اس کا لوگوں سے ہم کلام ہونا، اور انہیں ایمان یا کفر کی علامت سے نشان زد کرنا، یہ سب معمولات سے ہٹ کر ہیں۔ پس یہ زمین سے متعلق پہلی نشانی ہے، جیسے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اپنی معمول کی عادت کے برخلاف ہے، تو وہ آسمان سے متعلق پہلی نشانی ہے"۔

النهاية في الفتن والملاحم (١) (١/٢١٤)

ابن أبي العز الحنفی رحمہ اللہ نے بھی حدیث عبد اللہ بن عمرو کے ذکر کے بعد تقریباً اسی مفہوم کی بات کہی:

" یعنی وہ پہلی نشانی جو غیر مألوف ہو۔ اگرچہ دجال، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، اور یأجوج و مأجوج کا خروج اس سے پہلے ہوگا، مگر یہ سب مألوف چیزیں ہیں؛ کیونکہ یہ انسان ہیں، اور ان جیسے انسانوں کا مشاہدہ مألوف ہے۔ لیکن دابہ کا ایک عجیب غیر مألوف شکل میں آنا، پھر اس کا لوگوں سے

بات کرنا اور انہیں ایمان یا کفر کے
ساتھ نشان زد کرنا، یہ سب غیر
معمولی ہے۔ پس یہ زمین کی غیر
معمولی نشانیوں میں پہلی نشانی ہے،
اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا
آسمانی نشانیوں میں پہلی غیر مألوف
نشانی ہے۔"
(۲) شرح العقيدة الطحاوية (۲/۷۵۸)

:اور السخاوی رحمہ اللہ نے فرمایا

اجمالاً، طلوعِ آفتاب مغرب سے اور "
دابّہ کا خروج جن کے متعلق آیا ہے کہ
وہ سب سے پہلے علاماتِ قیامت ہوں
گی، اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے، لیکن
وہ احادیث جن میں دجال، نزولِ عیسیٰ،
اور یأجوج و مأجوج کا پہلے آنا ذکر ہے،
ان سے کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ان
احادیث کو امورِ مألوفہ پر محمول کیا
گیا ہے؛ کیونکہ یہ چیزیں دیکھی جا
سکتی ہیں، برخلاف ان کے، یعنی دابّہ کا

عجیب و غریب شکل میں آنا، لوگوں سے کلام کرنا، اور ان پر ایمان یا کفر کی علامت لگانا، یہ سب غیر مألوف امور ہیں جو عادت سے ہٹ کر ہیں؛ چنانچہ دابّہ کا خروج علاماتِ ارضیہ میں سے پہلا ہے، اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا علاماتِ سماویہ میں سے پہلا ہے، تو یہ دونوں اس تاویل کی رو سے پہلے شمار ہوں گے، اگرچہ وہ [دوسرے] علامات کے اعتبار سے بعد میں ہوں۔"

القناعة فيما يحسن الإحاطة من]
[73 أشراط الساعة، للسخاوي، ص

اور یہ طریقہ اشکال سے خالی نہیں،
کیونکہ دجال مثلاً اگرچہ انسانی صورت
میں ہوگا جو کہ مألوف ہے، لیکن وہ
جسامت میں بڑا ہوگا جیسا کہ حدیثِ
جساسہ میں آیا ہے؛ مگر اس کا مردوں
کو زندہ کرنا، بارش نازل کروانا، اور
زمین سے سبزہ اگوانا، نیز اس کے ساتھ
جنت و دوزخ کا ہونا — یہ سب غیر
مألوف چیزیں ہیں۔

[قول ثانی، مبحث ثالث دیکھیں]

صحيح بخاری: كتاب الفتن، باب ذكر]

الدجال، و باب لا يدخل الدجال المدينة

[(۲۶۰۹-۲۶۰۶/۶)

صحيح مسلم: كتاب الفتن وأشراط]

الساعة، أبواب: ذكر الدجال وصفته و

خروجه و مكثه، و باب تحريم المدينة

عليه، و قتله المؤمن وإحيائه

[(۱۷۸۸-۱۷۸۰/۴)

أشراط الساعة، يوسف الوابل، ص]

186]

اور اسی طرح کہو کہ عیسیٰ علیہ
السلام کا آسمان سے نازل ہونا — وہ
بھی اس طریقے پر جو احادیث میں
وارد ہے — لوگوں کے لیے مألوف
(معمول کا) نہیں۔ اور یہی بات یأجوج
و مأجوج کے متعلق بھی کہی جا سکتی
ہے کہ ان کا ظاہر ہونا اور جو اعمال وہ
انجام دیں گے وہ اس شکل میں جیسا

کہ احادیث میں بیان ہوا ہے، لوگوں کے لیے مألوف نہیں۔

لہٰذا، اصل عبرت اور نشانی اس بات میں نہیں کہ وہ بشر ہیں، کیونکہ بشر ہونا تو مألوف ہے، بلکہ عبرت اس میں ہے کہ وہ بشریت کے ساتھ ساتھ ایسے عجیب و غریب امور لائیں گے جو غیر مألوف ہوں گے۔ اور اللّٰہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

الطریقہ الثالثہ:

وہ طریقہ ہے جس میں علاماتِ قیامت کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا:

1. وہ جو قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہیں

2. وہ جو قیامت کے واقع ہونے کی علامت ہیں۔

یہ طریقہ شرف الدین محمد بن الحسن الطیبی، حافظ المناوی اور دیگر علماء نے اختیار کیا۔

الطیبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"آیات قیامت کی نشانیاں ہیں: بعض تو اس کے قریب ہونے کی، اور بعض اس کے وقوع پذیر ہونے کی۔

پہلی قسم میں ہیں: دجال، نزولِ عیسیٰ، یأجوج و مأجوج، خسف (زمین میں دھنس جانا)

اور دوسری قسم میں ہیں: دخان، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابّہ کا خروج، اور وہ آگ جو لوگوں کو محشر کی طرف ہنکائے گی".

[فتح الباری لابن حجر: 11/352-353]

اور المناوی نے اس تقسیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

1. کچھ علامتیں قیامت کے قریب ہونے کی

2. کچھ اس کے نہایت قریب ہونے کی

3. کچھ اس کے واقع ہونے کی علامت ہیں

انہوں نے فرمایا:

"پہلی قسم: بعثتِ نبی ﷺ

دوسری قسم: آگ، دخان، دجال، یأجوج و مأجوج

تیسری قسم: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابّہ کا خروج۔"

[فیض القدیر: 2/170]

اس طریقے کو بعض علماء اور محققین نے حسن قرار دیا، جیسے علامہ السفارینی:

[لوامع الأنوار: 2/140]

اور ڈاکٹر یوسف الوابل، جنھوں نے خاص طور پر الطیبی کی تقسیم کے بارے میں کہا:

"یہ تقسیم نہایت عمدہ اور دقیق ہے۔"

[187 :أشراط الساعة، ص]

:الطریقہ الرابعہ

وہ طریقہ ہے جس میں بعض علماء نے نصوص کے مابین تطبیق (مطابقت) دینے کی کوشش کی جیسا کہ امام بیہقی نے امام الحلیمی کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا، جسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا۔

:ابن حجر فرماتے ہیں

الحلیمی نے ذکر کیا کہ پہلی نشانی "
دجال ہے، پھر عیسیٰ کا نزول، کیونکہ
اگر سورج مغرب سے پہلے طلوع ہو
جائے تو عیسیٰ کے زمانے میں کفار کا
ایمان نفع نہیں دے گا.
مگر ایمان نفع دے گا، ورنہ دین واحد نہ
رہتا جب ان میں سے بعض اسلام لائیں.
تو بیہقی نے فرمایا: یہ بات صحیح ہے،
اگر وہ حدیث صحیح موجود نہ ہوتی
جس میں آیا ہے:

" بے شک سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے-"
[فتح الباري: 11/352-353]

قال البيهقي: اگر اللہ کے علم میں یہ ہو کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا پہلے واقع ہوگا، تو ممکن ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہو کہ ایمان کا نفع صرف اسی نسل کے لوگوں کے لیے ختم ہو جنہوں نے طلوعِ شمس کا منظر خود اپنی

آنکھوں سے دیکھا، پس جب وہ لوگ مر
جائیں گے اور طویل وقت گزرے گا اور
ان کے بعد بعض لوگ دوبارہ کفر کی
طرف لوٹ آئیں گے تو ان کے لیے دوبارہ
ایمان بالغیب کا حکم جاری ہوگا۔
اور اسی طرح دجال کے قصے میں بھی
— جو شخص عیسیٰ کو دیکھ کر ایمان
لائے گا وہ نفع نہیں پائے گا، لیکن جب
دجال ہلاک ہو جائے گا اور وقت گزر
جائے گا تو ایمان لانا دوبارہ نفع دے گا۔

اور اگر اللہ کے علم میں ہو کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا نزولِ عیسیٰ کے بعد ہوگا، تو ممکن ہے کہ عبد اللہ بن عمرو کی حدیث میں جو "آیات" مراد ہیں وہ دجال اور عیسیٰ نہیں بلکہ کچھ اور ہوں، کیونکہ حدیث میں کوئی صریح نص موجود نہیں کہ وہ نزولِ عیسیٰ سے پہلے ہے۔

ابن حجر نے فرمایا: "قلت: وهذا الثاني هو المعتمد" (یعنی: میں کہتا ہوں کہ دوسرا قول ہی قابلِ اعتماد ہے)۔

اسی قول کو علامہ السفارینی نے بھی اختیار کیا ہے۔

[فتح الباری: 11/354، لوامع الأنوار: 2/141-142]

اسی قول کو علامہ مرعی بن یوسف الحنبلی نے بھی نقل کیا ہے، اور وہ قول یہی دوسرا احتمال ہے جو بیہقی نے بیان کیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دجال کے خروج اور عیسیٰ کے نزول کے بعد ہوگا، اور

دجال و نزولِ عیسیٰ کا حدیثِ ابن عمرو سے تعلق نہیں۔

جہاں تک امام بیہقی کے پہلے احتمال کی بات ہے کہ توبہ صرف ان لوگوں کے لیے بند ہوگی جنھوں نے خود سورج کو مغرب سے طلوع ہوتے دیکھا، اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایمان نفع دے گا —
تو یہ احتمال کمزور (مرجوح) ہے
کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور

رسول کی سنت سے آنے والے بہت سے نصوص کے خلاف ہے.

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَن تَأْتِيهُمُ المَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ}

[الأنعام: 158]

ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
" بیشک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کرے، اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے

تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کرے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔"

[صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت الذنوب والتوبة، 1679-4/1678، حدیث نمبر: 2759]

اگرچہ یہ قول — یعنی بیہقی کے بیان کردہ دوسرے احتمال والا — بڑے ائمہ کرام جیسے امام قرطبیؒ نے بھی اپنایا۔ انہوں نے فرمایا:

اور اس پر لازم ہے کہ جو کوئی اس "
(طلوع الشمس من مغربها) کو دیکھے
یا اس کے برابر ہو گویا کہ دیکھ رہا ہو،
اس کی توبہ رد کی جائے گی جب تک
وہ زندہ ہے؛ کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ،
اس کے نبی ﷺ، اور اس کے وعدے پر
ایمان، یقینی اور قطعی ہو چکا ہے۔ پس
اگر دنیا کے دن اتنے طول پکڑ جائیں کہ
لوگ اس عظیم واقعے کو بھول جائیں،
اور اس کا ذکر بہت کم ہو جائے، یہاں
تک کہ اس کی خبر مخصوص لوگوں

تک محدود ہو جائے، اور اس پر تواتر منقطع ہو جائے، تو اس وقت جو اسلام لائے یا توبہ کرے، اس سے قبول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم"۔

[التذکرۃ بأحوال الموتى وأمور الآخرة، 3/1346]

حافظ ابن حجرؒ نے اس احتمال پر تبصرہ کرتے ہوئے بہت سی نصوص اور آثار ذکر کیے جو دلالت کرتی ہیں کہ طلوع شمس مغرب سے کے بعد توبہ قبول نہیں کی جاتی، اور توبہ کا دروازہ

بند ہو جاتا ہے۔ یہ نصوص عام ہیں اور ان میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کہ جس نے آیت کا مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

انہوں نے آخر میں فرمایا:

"یہ سب آثار ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، اور سب کا مضمون یہ ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، اور وہ دروازہ دوبارہ نہیں کھلے گا، اور یہ

مخصوص صرف طلوع کے دن تک نہیں
بلکہ قیامت کے دن تک ہے۔ اور ان آثار
سے یہ بات بھی اخذ کی جاتی ہے کہ
مغرب سے سورج کا طلوع ہونا قیامت
کے قائم ہونے کی پہلی تنبیہ ہے۔"
[فتح الباری، 11/355]

قاضی عیاضؒ نے، جب انہوں نے یہ بات
واضح کی کہ مغرب سے سورج کے
طلوع ہونے کے بعد توبہ فائدہ نہیں
دیتی، فرمایا:

" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد
توبہ فائدہ نہیں دیتی، بلکہ ہر شخص
کے عمل پر اسی حالت پر مہر لگا دی
جاتی ہے جس پر وہ اس وقت ہوتا ہے۔
اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ آسمانی
دنیا کی تبدیلی کے ساتھ قیامت کے
شروع ہونے کی پہلی علامت ہے، پس

جب یہ منظر دیکھا جائے گا تو مشاہدے کے ساتھ لازمی ایمان حاصل ہو جائے گا، اور غیبی ایمان ختم ہو جائے گا، چنانچہ یہ نزع کے وقت ایمان لانے کی طرح ہو گا، اور وہ فائدہ نہیں دیتا، پس مغرب سے سورج کا طلوع بھی ایسا ہی ہے"۔

[فتح الباری، 11/353-354]

حافظ ابن کثیرؒ نے ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ [الأنعام: 158] کی تفسیر میں فرمایا

یعنی اگر کافر اس دن ایمان لائے تو "
اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ البتہ جو
شخص اس سے پہلے مومن ہو اور اس
کے عمل نیک ہوں تو وہ بڑی بھلائی میں
ہو گا، اور اگر وہ گناہوں میں ملا ہوا ہو،
پھر اس وقت توبہ کرے، تو اس کی
توبہ قبول نہ ہو گی، جیسا کہ پچھلی
احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور
اسی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿أَوْ
كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ یعنی: اس کا

نیک عمل بھی قبول نہ ہو گا اگر وہ پہلے سے اس پر عمل پیرا نہ رہا ہو۔"

[تفسیر ابن کثیر، 3/376]

علامہ السفارینیؒ کا اس مسئلہ میں نہایت عمدہ کلام ہے:

" پس ان سب احادیث اور ان کے ہم معنی احادیث سے یہ خلاصہ نکلتا ہے... کہ جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو اس دن جو ایمان لایا جائے وہ اس شخص کے لیے نفع مند نہیں ہو گا جو

پہلے کافر یا مشرک تھا، اور نہ ہی اس
دن کی توبہ فائدہ دے گی اس شخص
کو جو گناہوں میں ملا ہوا تھا، اور نہ
وہ نیک اعمال جو اس دن شروع کیے
جائیں فائدہ دیں گے اس شخص کو جو
پہلے سے ان پر عامل نہ تھا... اور
ممنوع صرف یہی چیزیں ہیں: توبہ کی
قبولیت ان کے گناہوں سے، اور ایمان یا
نیک اعمال کی قبولیت جب وہ اس دن
پہلی بار شروع کیے جائیں اور ان پر
پہلے سے عامل نہ ہو... اور اس کی

بنیاد یہ ہے: کہ ہر ایسا نیک عمل جو مشاہدہ آیت (نشانی) کے بعد صرف اسی وجہ سے کیا جائے، اور اس جیسا عمل پہلے نہ کیا ہو، وہ نفع نہیں دے گا — چاہے وہ اصول (عقائد) سے ہو یا فروع (اعمال) سے۔ اور ہر وہ نیکی جو ایسی نہ ہو کیونکہ اس کا عامل پہلے سے اس پر عمل پیرا رہا ہو، وہ نفع مند ہے۔ اور اس تحقیق کی طرف امام محقق، علامہ ابن مفلحؒ نے الآداب الکبری میں اشارہ کیا ہے۔"

لوامع الأنوار، 2/136؛ ابن مفلح کا]
[1/116 ،کلام: الآداب الشرعیۃ

خلاصۂ کلام ان احادیثِ نبویہ میں
مذکور اولیت (پہلے ہونا) کے بارے
میں—اور ان کے فہم کے لیے ذکر کردہ
مختلف طریقوں کی بنیاد پر—یہ کہا جا
سکتا ہے کہ یہ اولیت ایک اعتباری اور

اضافی اولیت ہے، نہ کہ حقیقی اور قطعی۔ اور غالباً وہ بات جو حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کی، جسے شیخ مرعی بن یوسفؒ نے ترجیح دی، اور حافظ سخاویؒ نے حسن قرار دیا، وہ ان سب توجیہات میں اقرب (زیادہ قرینِ قیاس) ہے جن کے ذریعے احادیث کے مابین تطبیق دی گئی۔ اور ابن حجرؒ کی تحقیق والی بات بھی ان چیزوں سے زیادہ دور نہیں جو طیبیؒ اور مناویؒ نے

بیان کیں، کیونکہ دونوں طریقوں کا نتیجہ ایک ہی ہے، واللہ تعالی أعلم۔

اور "الدابۃ" کے بارے میں—جو اس بحث کا اصل موضوع ہے—یہ راجح معلوم ہوتا ہے واللہ أعلم کہ اس کا خروج اللہ کے حکم سے دن کے وقت، ضحیٰ (چاشت) کے وقت ہو گا، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد۔

اور اس سے پہلے، یعنی دابۃ کے خروج اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے

پہلے، مہدیؒ کا خروج، دجال کا آنا،
حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا نزول،
یأجوج و مأجوج کا خروج، اور تین بڑے
خسوفات واقع ہوں گے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما
سے—جیسا کہ صحیح مسلم کے علاوہ
دیگر کتب میں وارد ہے—اس حدیث کے
بعد نقل ہوا کہ انہوں نے فرمایا:
"وأظن أولاها خروجاً طلوع الشمس من
مغربها"

یعنی: میں سمجھتا ہوں کہ ان میں (سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہو گا.)

مسند أحمد (2012)، سنن أبي 📚 داود (4310)، سنن ابن ماجه (4069) (8/98)، تفسير الطبري

الشیخ الألبانی نے فرمایا: یہ حدیث ✅ صحیح ہے.

[2/382 ،صحیح ابن ماجه]

امام ابوعبداللہ الحاکمؒ نے فرمایا:

جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سورج کا "
مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ کے خروج
سے مقدم (پہلے) ہو گا، پھر اسی دن یا
".اس کے قریب دابۃ نکلے گی

📚 [فتح الباري، 11/353]

:وقال الحافظ ابن كثير

" اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دابہ کے نکلنے سے پہلے ہوگا، اور یہ ممکن اور مناسب ہے، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔"

(٢١٨/٢) النهاية في الفتن والملاحم 📚

:وقال العلامة السفاريني

" اور دابہ کا خروج سورج کے مغرب سے طلوع کے فوراً بعد، اسی دن یا قریب قریب ہوگا۔"

(١٤٢/٢) لوامع الأنوار 📚

:وقال العلامة ابن مفلح الحنبلي

"مراد یہ ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوا تو لوگ ایمان لے آئے، تو ممکن ہے کہ پہلے ایمان لانے والا اور بعد میں ایمان لانے والا مشتبہ ہو جائے؛ پس دابہ نکلی تاکہ واضح اور روشن انداز میں اس کو اس سے ممتاز کر دے۔"

(١/١١٦) الآداب الشرعية 📚

:وقال الحافظ ابن حجر

میں کہتا ہوں: اس میں حکمت یہ ہے "
کہ جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا
تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، پس
دابہ نکلے گی تاکہ مؤمن اور کافر کے
درمیان امتیاز کرے، اور توبہ کے دروازہ
بند ہونے کے مقصد کی تکمیل کرے".
(۳۵۳/۱۱) فتح الباري 📚

اور اس بحث کے اختتام سے قبل میں
یہ اشارہ دینا چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ سے
روایت منقول ہے کہ دابہ کا خروج

حضرت عیسیٰ ؑ کے زمانے میں ان کے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت ہوگا، لیکن اس روایت کی صحت پر کلام ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے دابہ کے نکلنے کی جگہ کے متعلق سوال کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ حرمت والے مساجد میں سے ایک عظیم مسجد

سے نکلے گی، اس وقت حضرت عیسیٰ
بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے اور
ان کے ساتھ مسلمان ہوں گے، تو زمین
ان کے نیچے لرزنے لگے گی، قندیل ہلے گا،
اور صفا (پہاڑ) پھٹ جائے گا اس
جانب سے جو مسعیٰ کی طرف ہے، اور
دابہ صفا سے نکلے گی، سب سے پہلے
اس کا سر ظاہر ہوگا، چمک دار ہوگی،
جس پر اون اور پر ہوں گے، نہ کوئی
اسے پا سکے گا اور نہ ہی کوئی اس سے
بچ سکے گا، وہ لوگوں پر نشان لگائے

گی: مؤمن اور کافر۔ مؤمن کے چہرے کو ایسا چھوڑے گی جیسے وہ روشن ستارہ ہو، اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان 'مؤمن' لکھ دے گی، اور کافر کی دونوں آنکھوں کے درمیان سیاہ دھبہ لگا دے گی اور 'کافر' لکھ دے گی"۔

📚 اس روایت کا تخریج و ضعف بیان ہو چکا ہے: ملاحظہ ہو مبحث الثالث، صفحات (61-62).

المبحث السابع: مکان خروج الدابة

ذکر اللہ تبارک وتعالی اپنی کتابِ عزیز میں کہ دابہ کا خروج زمین سے ہوگا، نہ کہ آسمان سے؛ لیکن اس آیتِ کریمہ میں جس میں خروجِ دابہ کا ذکر فرمایا، یہ نہیں بتایا کہ زمین کے کس حصے سے اس کا خروج ہوگا؟

:ارشاد باری تعالیٰ ہے
{وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً ۝
مِّنَ الأَرْض}
(سورۃ النمل، آیت 82)

رہی بات سنت نبویہ کی، تو اس میں کچھ احادیث میں دابہ کے خروج کی جگہ کا تذکرہ آیا ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح مرفوع حدیث (یعنی نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ منقول) ثابت نہیں۔ اسی طرح یہ بھی

نبی ﷺ سے ثابت نہیں کہ دابہ کے کئی
خروج ہوں گے۔ کتاب و سنت کے
نصوص سے جو بات سمجھی جاتی ہے
— اور صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کے
پاس ہے — وہ یہ کہ دابہ ایک ہی مرتبہ
نکلے گی، اس کے کئی خروج نہیں ہوں
گے۔

اور جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا
کہ بعض جلیل القدر علماء اسلام جیسے
امام ابو حیان، فخر الدین الرازی، امام
قرطبی اور شیخ ابن عثیمین رحمہم اللہ

نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ نبی
ﷺ سے دابہ کے مقامِ خروج کے بارے
میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت
نہیں ہے۔

حوالہ: دیکھیں مبحث الثالث کے 📚
آخر میں "دابہ کی صفت" سے متعلق
گفتگو، صفحات (60 – 64)۔

اور اکثر جو روایات دابہ کے مقامِ
خروج کے تعین میں مروی ہیں، وہ
صحابۂ کرامؓ سے موقوف روایات ہیں،
جن کی اسانید میں سے بہت سی پر
کلام کیا گیا ہے، یا وہ تابعین اور تبع
تابعین اور امت کے مفسرین و علمائے
کرام سے منقول اقوال ہیں۔

ان مروی روایات میں بہت زیادہ تعارض
پایا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اس تعارض
کو دابہ کے متعدد خروج مان کر جمع

کرنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ علامہ سخاوی اور علامہ قنوجی نے کیا (۱)، اور اس میں انہوں نے حضرت حذیفہ بن اسید کی وہ حدیث بطورِ دلیل پیش کی جس کی صحت محلِ نظر ہے (۲).

جبکہ بعض علماء نے توقف اختیار کیا اور نہ جمع کیا، نہ کسی مقام کو دوسرے پر ترجیح دی۔ جیسے حافظ ابن کثیرؒ جنھوں نے صرف اقوال ذکر کیے اور آخر میں یہ کہا کہ اس مسئلے میں اقوال متعارض ہیں (۳)، اور یہی

طریقہ امام شوکانیؒ نے بھی اپنایا (۴)، جنھوں نے اقوال ذکر کیے بغیر کسی ایک کی ترجیح یا فیصلہ کیے۔

اور میرے نزدیک بھی ایسے مسائل میں توقف کرنا زیادہ مناسب ہے، جہاں قرآن کریم یا صحیح سنت سے قطعیت کے ساتھ کوئی بات ثابت نہ ہو — واللہ تعالیٰ أعلم۔

رہی بات ان اقوال میں سے اس قول کی جو سب سے مشہور ہے، اور جس پر

اکثر اقوال کا اتفاق ہے، اور جسے بہت سے مفسرین اور علماء نے جزم کے ساتھ :بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ

دابہ کا خروج مکہ مکرمہ سے ہوگا، > اور وہ مسجد الحرام میں صفا کے مقام .سے یا شعبِ أجیاد سے نکلے گی

اور جو علماء متضاد اقوال کے درمیان جمع کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس مسئلے میں مختلف طریقے اختیار کرتے

ہیں، لیکن میری رائے میں ان میں جمع کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ جن احادیث و روایات کے درمیان جمع کیا جا رہا ہے، وہ ثابت نہیں ہیں بلکہ محلِ کلام ہیں۔

ان طریقوں میں پہلا طریقہ وہ ہے جس پر علامہ سخاوی اور ان کے بعد علامہ قنوجی چلے۔ (۶)

:حوالہ جات

(۱) القناعة فيما يحسن الإحاطة من أشراط الساعة للسخاوي (ص 69)،
الإذاعة لما كان ويكون بين يدي الساعة للقنوجي (ص 121)

(۲) دیکھیے: المبحث الثالث کی ابتدا، ص (24 – 25)

(۳) النهاية في الفتن والملاحم (2/212)

(4/151) فتح القدير للشوكاني (۴)

دیکھیے: القناعة (ص 69)، لوامع (۵)
الأنوار (2/144)، الإذاعة للقنوجي
(ص 121)

القناعة (ص 69)، الإذاعة (۶)
للقنوجي (ص 121)

اور یہ وہ پہلا قول ہے کہ دابہ کی تین مرتبہ خروج ہوگا:

1. پہلا خروج: دابہ دور دراز بیابان سے نکلے گی، اور مکہ میں اس کا ذکر داخل نہیں ہوگا، اور ایک طویل مدت تک ایسا ہی رہے گا۔

2. دوسرا خروج: مکہ کے باہر دوبارہ ظاہر ہوگی، اس کا ذکر مکہ میں پہنچ جائے گا،

3. تیسرا خروج: مکہ سے ہوگا۔

اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا، اس قول کے قائلین نے اپنی بنیاد حذیفہ بن أسیدؓ کی اس حدیث پر رکھی ہے جس کی صحت محلِّ کلام ہے۔

دوسرا طریقہ: یہ وہ طریقہ ہے جو علامہ برزنجي اور السفاريني نے بعض علماء سے نقل کیا ہے (۱)،

یہ بھی دابہ کے تین مرتبہ خروج کا قائل ہے، اور اس سے قبل کہ ہم ان تینوں کا ذکر کریں، یہ بتانا ضروری ہے کہ اس قول کے قائلین نے بھی اسی ضعیف حدیث اور بعض دیگر روایات کو بنیاد بنایا ہے، جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔

تین خروج درج ذیل ہیں:

1. پہلا خروج: سدوم (قومِ لوطؑ کی بستی) سے، جو کہ بیابان کے آخری کنارے سے شمار ہوتا ہے۔

2. دوسرا خروج: بعض وادیوں سے جو تہامہ کے علاقہ میں ہیں، اور اس سے مراد بیابان ہے جو مکہ کے قریب ہے، یا یمن سے ہے، کیونکہ حجاز بھی یمن کا حصہ شمار ہوتا ہے۔

3. **تیسرا خروج:** مکہ مکرمہ سے ہوگا، اور دابہ کے بڑے جسم کے باعث اس کا خروج صفا و مروہ اور مکہ کے اطراف کے بیابان سے ہوگا۔

اس طرح تمام مختلف اقوال کو جمع کیا جاتا ہے۔

تیسرا طریقہ: یہ وہ طریقہ ہے جو برزنجي نے بعض علماء سے، اور السفاريني نے کُوراني سے نقل کیا ہے (٤).

:حوالہ جات

(1) الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي (ص 304)،

(2/145) لوامع الأنوار للسفاريني

(2) سدوم: قوم لوطؑ کی بستی، جن پانچ شہروں میں سے ایک جو اللہ نے ان کی بداعمالیوں پر تباہ کر دیے۔ آج وہ مقام بحر میت کے جنوب میں پانی کے نیچے ہے۔

→ دیکھیے: معجم البلدان لیاقوت الحموي (2001-2003)،

قاموس الکتاب المقدس (ص 460-461)

(3) تہامہ: جزیرۂ عرب کا مغربی و جنوبی علاقہ، جو مکہ سے جنوب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔
دیکھیے: معجم البلدان لیاقوت ← الحموي (2/63-64)

(4) الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي ص (304)،
لوامع الأنوار للسفاريني (2/145)

اور بعض اصحاب اس طریقے کے یہ
کہتے ہیں کہ دابہ کا خروج تمام مذکورہ
مقامات سے ایک ہی وقت میں ہوگا، اور
بعض کہتے ہیں کہ مختلف صورتوں میں
ہوگا، اور کورانی نے ذکر کیا کہ دابہ کی
خروجات کی تعداد کے بارے میں جو
مرفوع روایات وارد ہوئی ہیں ان کا

کوئی معتبر مفہوم نہیں ہے۔ (لوامع الأنوار ۲/۱۴۵)

اور اس طریقے والوں کے ساتھ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ دابہ ایک جانور نہیں بلکہ اسمِ جنس ہے، یعنی اس نوع کے بہت سے جانور زمین میں موجود ہوں گے۔ (لوامع الأنوار ۲/۱۴۵)

اہم اقوال اہلِ علم میں سے ایک یہ ہے کہ دابہ کا خروج مکہ مکرمہ سے ہوگا،

مسجد الحرام سے، صفا پہاڑ سے جو مسعی کی طرف ہے،

یہ قول عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ (الفتن لنعیم بن حماد ۲/۶۶۷، أخبار مكة للفاكهي ۴/۴۲، تفسير ابن أبي حاتم ۹/۲۹۲۵، تفسير الطبري ۲۰/۱۴، معالم التنزيل للبغوي ۳/۴۳۰، زاد المسير ۶/۱۹۱ ۱۱/۴۱۰، الدر المنثور للسيوطي)

یہی قول عبداللہ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے۔ (الفتن لنعیم بن حماد ۲/۶۶۷،

تفسير الطبري ۲۰/۱۵، التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة للقرطبي ۳/۱۳۳۴)

اسی طرح یہ قول عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ (معالم التنزيل للبغوي ۳/۴۳۰، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۶/۱۸۰)

اور یہی قول عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی منقول ہے۔ (النكت والعيون للماوردي ۴/۲۲۷، زاد المسير لابن الجوزي ۶/۱۹۱)

اور اس قول کے حق میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ حذیفہ بن الیمانؓ نے نبی ﷺ سے دابہ کے مقام خروج کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللہ کے نزدیک سب سے بڑی حرمت والے مساجد میں سے، اس وقت جب عیسیٰ علیہ السلام بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ مسلمان ہوں گے، زمین ان کے نیچے لرزے گی، قندیل حرکت کرے گا، صفا پہاڑ کا وہ

حصہ جو مسعی کی جانب ہے پھٹ جائے گا، اور دابہ صفا سے نکلے گی..."

تخریج و ضعف پہلے ذکر ہو چکا، ص (۶۱-۶۲)

اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" جب وہ وعدہ پورا ہوگا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ﴾ (النمل: ٨٢)، تو فرمایا: یہ بات چیت یا کلام نہیں ہوگا، بلکہ ایک علامت ہوگی، جو اللہ کے حکم سے لوگوں کو نشان زد کرے گی۔

اس کا خروج منیٰ کی رات صفا سے ہوگا؛ تو لوگ صبح کریں گے اس حال

میں کہ وہ (دابہ) ان کے درمیان اپنے سر اور دم کے ساتھ ہوگی، کوئی اندر نہ داخل ہو سکے گا، نہ کوئی باہر نکل سکے گا، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل مکمل کرے گی، پس جو ہلاک ہونا ہے وہ ہلاک ہو جائے گا، اور جو نجات پانے والا ہے وہ نجات پائے گا۔ پھر اس کا پہلا قدم انطاکیہ میں پڑے گا۔"

الفتن لنعيم بن حماد ۲/۶۶۷، أخبار)
مكة للفاكهي ۴/۴۴، الدر المنثور
(للسيوطي ۱۱/۴۰۱ – اسناد ضعيف

:اور اس میں یہ بھی روایت ہے
ابن عمرؓ نے اپنے بعض ساتھیوں سے
:کہا
" کیا میں تمہیں وہ جگہ نہ دکھاؤں
جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے
مجھے بتایا کہ وہاں سے دابہ الارض
"؟نکلے گی

پھر انہوں نے صفا کی دراڑ کے سامنے

.اپنی چھڑی سے ضرب لگائی

مسند أبي يعلى ١٠/٦٧ – اسناد)

(١١/٤٠٥ ضعيف، الدر المنثور للسيوطي

:القول الثاني

کہ دابہ کا خروج مکۃ المکرمہ سے ہوگا،

اور بعض کے نزدیک مسجد الحرام سے،

بغیر اس کی تخصیص کے کہ صَفا یا

.کوئی اور مقام ہوگا

یہ قول ابراہیم النخعی سے مروی ہے۔

(التفسير لعبد الرزاق ٣/٨٥، المصنف لابن أبي شيبة ٧/٥٠٧، السنن الواردة في الفتن لأبي عمرو الداني ٦/١٢٥٨)

اسی قول کو البقاعي نے بھی قطعی طور پر اپنایا۔

(نظم الدرر ٥/٤٥١)

اسی قول کو القنوجي نے نقل کیا مگر کسی عالم کی طرف نسبت کے بغیر، اور کہا کہ یہ مشہور اقوال میں سے ہے۔

الإذاعة لما كان وما يكون بين يدي)
(١٢١ :الساعة ص

اس قول پر یہ نکتہ بھی ہے کہ جو بھی
روایات دابہ کے مکۃ المکرمہ سے نکلنے
کے متعلق ہیں، وہ صَفا، مروہ، حجر، یا
مسجد کے کسی اور طرف سے ہوں، سب
.اسی کے تحت آتی ہیں

اور اسی بارے میں الطبراني نے حذیفہ
بن أَسِیدؓ سے ایک روایت نقل کی ہے،
:جس کی سند میں آیا ہے

أراه رفعه" (یعنی راوی کو گمان ہے "
(کہ یہ حدیث مرفوع ہے
کہ: "دابہ سب سے حرمت والے مسجد
سے نکلے گی۔ لوگ بیٹھے ہوں گے کہ
زمین لرزنے لگے گی، اور پھر وہ پھٹے
"۔گی
ابن عیینہ (سند کے راوی) نے کہا: "وہ
اس وقت نکلے گی جب امام مزدلفہ سے
منیٰ کی طرف روانہ ہو گا، اور امام کو
حاجیوں سے آگے اس لیے رکھا جائے گا

تاکہ وہ خبر دے کہ دابہ ابھی نہیں نکلی۔"

المعجم الأوسط للطبراني ٢/١٧٦،) مجمع الزوائد للهيثمي ٧/٨ – رجال ثقات، الدر المنثور للسيوطي ١١/٤٠٤)

القول الثالث:

کہ دابہ کا خروج مکۃ المکرمہ سے شعبِ أجیاد کے مقام سے ہوگا۔

یہ قول عائشہؓ، عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، اور عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے-

اور ابن عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ دابہ کا خروج اس وقت ہوگا جب لوگ منیٰ کی طرف جا رہے ہوں گے-

(مصنف ابن أبي شيبة ٧/٥٠٧، النكت والعيون للماوردي ٤/٢٢٨، زاد المسير لابن الجوزي ٦/١٩١، الدر المنثور للسيوطي ١١/٤١٠)

:(القول الثالث (تکمیل

یہ قول أبي هريرةؓ سے بھی مروی ہے، اور السفاريني نے ذکر کیا ہے کہ یہ اقوال مشہور میں سے ہیں، اور اس بنا پر دابہ کو "ذات أجياد" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ مشہور قول کے مطابق اس کا خروج شعب أجياد سے ہوگا۔

(۱٤٤-۱٤۳/۲ لوامع الأنوار)

اسی بارے میں أبي هريرةؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" تخرج الدابة من أجياد، فيبلغ صدرها الركن اليماني، ولما يخرج ذنبها بعد، وهي دابة ذات وبر وقوائم"

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور ثابت نہیں۔

(بيان ضعف: صفة الدابة، ص: ٦٣)

ایک اور روایت میں ہے کہ أبي هريرةؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بئس الشعب جياد – مرتين أو ثلاثا
"۔

صحابہؓ نے عرض کیا: "کیا اس وقت وہ نکلے گی یا رسول اللہ؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ دابہ اسی سے نکلے گی، اور تین مرتبہ چیخے گی، جنہیں مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے۔"

(التاريخ الصغير للبخاري ٢/١٤٧ – فيہ رباح بن عبيد الله بن عمر، وهو منكر الحديث، انظر: الكامل لابن عدي ٣/١٧٢، الضعفاء للعقيلي ٢/٦١، المجروحين لأبي

حاتم ١/٣٠٠، أخبار مكة للفاكهي ٤/٤٢-٤٣، المعجم الأوسط للطبراني ٤/٣١٩، معالم التنزيل للبغوي ٣/٤٣٠، مجمع الزوائد للهيثمي ٧/٨، لسان الميزان لابن حجر ٢/٤٤٢، السلسلة الضعيفة للألباني ٧/٣٨٨ - قال: (ضعيف

:القول الرابع

کہ دابہ کا خروج بادیہ (صحرا) کے ایک

ایسے مقام سے ہوگا جو مکہ کے قریب

ہے-

یہ قول السخاوي اور البرزنجي نے ذکر

کیا ہے، مگر کسی کی طرف نسبت کیے

بغیر-

القناعة فيما يحسن الإحاطة من)

أشراط الساعة للسخاوي ص: ٦٩،

الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي ص:

(٣٠٤

:قول چہارم

یہ بھی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ زمین کی دابہ مکہ کے قریب ایک بیابانی مقام سے نکلے گی۔ حضرت بریدہ بن حصیبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ :نے مجھے ایک مقام پر لے جا کر فرمایا " یہاں سے دابہ نکلے گی، جب زمین میں اتنا سا شگاف آئے جتنا کہ شہادت کی

انگلی اور انگوٹھے کے درمیان فاصلہ ہو"۔

ابن بریدہ کہتے ہیں: "کئی سال بعد میں حج کے لیے گیا تو میں نے ان کو وہی جگہ اور لکڑی دکھائی"۔

(احمد، ۵/۳۵۷؛ ابن ماجہ، ۲/۱۳۵۲، رقم ٤٠٦٧؛ البانی: "ضعیف جدا")

قول پنجم:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دابہ کعبہ کے شگاف سے نکلے گی۔ یہ قول عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے اور شوکانی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

(القرطبی، التذکرۃ، ۳/۱۳۳۳؛ الجامع لأحکام القرآن، ۱۳/۱۵۷؛ فتح القدیر، ۴/۱۵۱)

قول ششم:

یہ بھی کہا گیا کہ دابہ صفا یا مروہ سے نکلے گی۔ یہ قول ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ سے مروی ہے، اور سخاوی و برزنجي نے اس کا ذکر بغیر کسی نسبت کے کیا ہے۔

(الفاكهي، أخبار مكة، ٤/٤٥؛ ابن كثير، النهاية، ٢/٢١٢؛ السخاوي، القناعة، ص ٦٩؛ البرزنجي، الإشاعة، ص ٣٠٤)

قول ہفتم:

بعض کے مطابق دابہ تہامۃ میں صفا
اور مروہ کے درمیان سے نکلے گی۔ یہ
قول زجاج سے منسوب ہے۔
(ابن الجوزی، زاد المسیر، ٦/١٩٢)

قول ہشتم:
بعض علماء کے مطابق دابہ حجر
اسماعیلؑ سے نکلے گی۔ یہ قول دمیری

اور سفارینی نے ذکر کیا ہے، لیکن کسی شخصیت کی طرف نسبت کیے بغیر۔

(الدميري، حياة الحيوان، ١/٤٥٨؛ السفاريني، لوامع الأنوار، ٢/١٤٦)

قول نہم:

یہ بھی کہا گیا کہ دابہ مکہ کے جبلِ ابو قُبَیس سے نکلے گی۔ یہ قول شوکانی نے ذکر کیا ہے بغیر کسی نسبت کے۔

(فتح القدير، ٤/١٥١)

:قول دہم

کچھ لوگوں کے مطابق دابہ مکہ میں ایک درخت کے اندر سے ایامِ حج میں نکلے گی۔ یہ قول عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔

(التذکرۃ، القرطبی، ۳/۱۳۳٤)

:قول یازدہم

بعض کے نزدیک دابہ تہامۃ کے کسی وادی سے نکلے گی۔ یہ قول ابن عباسؓ سے قتادہ کے ذریعہ مروی ہے، اور قتادہ کا اپنا قول بھی یہی ہے۔

تفسير عبد الرزاق، ٣/٨٤؛ نعيم بن) حماد، الفتن، ٢/٦٦٥؛ ابن أبي حاتم، التفسير، ٩/٢٩٢٥؛ أبو عمرو الداني، السنن، ٦/١٢٥٧؛ ابن الجوزي، زاد المسير، ٦/١٩١؛ القرطبي، الجامع، ١٣/١٥٧؛ (السيوطي، الدر المنثور، ١١/٤٠٦

:قول دوازدہم

کچھ روایات کے مطابق دابہ سدوم شہر سے نکلے گی، جو قومِ لوطؑ کا علاقہ تھا۔ یہ قول ابن مرّہ اور وہب بن منبہ سے منقول ہے۔

(ابن كثير، النهاية، ٢/٢١٢؛ الماوردي، النكت والعيون، ٤/٢٢٦؛ ابن الجوزي، زاد المسير، ٦/١٩١؛ القرطبي، الجامع، ١٣/١٥٧)

:قول تیرھواں

وھب بن منبہ نے یہ قول عزیرؑ کی طرف منسوب کیا ہے، اور یہ قول سخاوی اور برزنجي نے بھی بغیر کسی نسبت کے ذکر کیا ہے۔

(ابن أبي حاتم، التفسیر، ۹/۲۹۲۵؛ ابن کثیر، التفسیر، ۳/۳۸۸؛ السخاوي، القناعة، ص ٦۹؛ البرزنجي، الإشاعة، ص ۳۰٤)

:قول چودھواں

دابہ طائف سے نکلے گی۔ یہ قول عبد
اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے،
اور قرطبی، دمیری، سخاوی، سفارینی،
شوکانی نے بھی بغیر کسی نسبت کے
اسے ذکر کیا ہے۔

القرطبي، الجامع، ۱۳/۱۵۷؛ القرطبي،)
التذكرة، ۳/۱۳۳۵؛ الدميري، حياة
الحيوان، ۱/۴۵۸؛ السخاوي، القناعة، ص

٧٠؛ السفاريني، لوامع الأنوار، ٢/١٤٦؛ الشوكاني، فتح القدير، ٤/١٥١)

:قول پندرھواں

دابہ مسجد کوفہ سے نکلے گی۔ یہ قول قرطبی اور شوکانی نے بغیر نسبت کے بیان کیا ہے۔

(القرطبي، التذكرة، ٣/١٣٣٤؛ القرطبي، الجامع، ١٣/١٥٧؛ الشوكاني، فتح القدير، ٤/١٥١)

قول سولھواں:

دابہ تین مختلف جگھوں سے تین بار نکلے گی:

1. پہلی بار دور دراز بادیہ (ممکنہ طور پر یمن کی طرف سے)

2. دوسری بار کسی قریبی دیہات سے جو مکہ کے قریب ہو

3. تیسری بار مکہ سے

اس قول کو سخاوی اور قنوجی نے اختیار کیا، اور حذیفہ بن اسیدؓ سے بھی یہ منقول ہے۔

(السخاوي، القناعة، ص ٦٩؛ القنوجي، الإذاعة، ص ١٢١؛ الطبري، التفسير،

١٤/٢٠؛ ابن الجوزي، زاد المسير، ٦/١٩٢؛ القرطبي، الجامع، ١٣/١٥٧)

اور اس قول میں نبی ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے جو صحیح نہیں اور ثابت بھی نہیں، جو حذیفہ بن اسید الغفاریؓ کے طریق سے ہے، جیسا کہ پہلے

بیان ہو چکا۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دابّہ کا ذکر کیا اور فرمایا: " اس کی تین نکلنے کی مدتیں ہوں گی، پہلی بار دور دراز بادیہ میں نکلے گی، اور اس کا ذکر قریہ (یعنی مکہ) میں نہیں پہنچے گا، پھر طویل زمانے تک غائب رہے گی، پھر دوسری بار کم فاصلے پر نکلے گی، اور اس کا ذکر بادیہ میں عام ہو گا اور مکہ میں بھی پہنچے گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر لوگ اللہ کے نزدیک سب سے محترم

مسجد یعنی مسجد حرام میں ہوں گے، کہ اچانک وہ رکن و مقام کے درمیان چلاّتی ہوئی نمودار ہو گی ...

"((الحدیث

الحديث تقدم تخريجه، وبيان ضعفه) (٢٤ في أوائل المبحث الثالث، ص

اور بعض اہل علم نے – جیسا کہ پہلے – "اوجہ الجمع" کے بیان میں گزر چکا

دور دراز بادیہ سے مراد قومِ لوط کی بستی یعنی سدوم لیا، اور بادیہ یا قریہ سے مراد اودیۃ تہامۃ لیا، اور مکہ کے اردگرد کے تمام مقامات کو مکہ کے تابع شمار کیا، جہاں سے تیسری بار دابّہ نکلے گی۔

قول سولھواں:

دابّہ کا خروج تمام بیان کردہ مقامات سے ایک ہی وقت میں ہو گا۔ یہ قول

کُورانی کا ہے، جسے سفارینی نے ان سے نقل کیا ہے، اور برزنجي نے بغیر کسی نسبت کے ذکر کیا ہے.

(السفاريني، لوامع الأنوار، ٢/١٤٥؛ البرزنجي، الإشاعة، ص ٣٠٤)

اور اس قول میں یہ بات بھی شامل ہے کہ:

دابّہ ایک خاص جانور نہیں بلکہ اسمِ جنس ہے، یعنی اس نوع کے بہت سے

جانور زمین پر پھیلے ہوں گے، اور یہ

رائے بھی بعض لوگوں نے اختیار کی ہے۔

اس قول اور اس کے رد کا ذکر مبحثِ)

ثالث میں اقوالِ دابّہ کے تحت گزر چکا

ہے(

مبحث ہشتم: دابّہ پر ایمان لانے کا اثر

بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اعلیٰ حکمتوں کی بنا پر قیامت کے وقوع کا وقت اپنی مخلوق سے چھپا رکھا ہے، اور یہ بندوں کے لیے زیادہ بہتر ہے تاکہ وہ تیاری اور آمادگی میں سستی نہ کریں۔

(انظر: لوامع الأنوار للسفاريني، ٦٦/٢)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"

(سورة الأعراف، آیت ۱۸۷)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق یہ بھی بتایا کہ قیامت کا وقت قریب ہے اور اس کی کچھ نشانیاں اور

علامتیں ہیں جو اس کے وقوع کی خبر دیتی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ"

(سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۵)

اور فرمایا:

"فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ"

(۱۸ سورة محمد، آیت)

:اور فرمایا

" حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ، وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِين"

(۹۷ - ۹٦ سورة الأنبياء، آیت)

:اور دابّہ کے بارے میں فرمایا

" وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ"

(۸۲ سورة النمل، آیت)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی مخلوق
کو قیامت کی نشانیاں اور اس کے
وقوع کی علامتیں بتانا محض ان پر
رحم اور شفقت ہے، تاکہ وہ اپنی غفلت
کی نیند سے جاگیں، اور اپنے رب کی
طرف رجوع کریں، اس سے پہلے کہ
"قول" واقع ہو جائے، اور اس دن سے
پہلے کہ توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے،
اس دن جب نہ کوئی نیکی قبول کی
جائے گی، اور اس دن سے پہلے کہ
انسان اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ،

اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے،
اور اس دن سے پہلے کہ ندامت اور
حسرت کا دن آئے، جب کوتاہی کرنے والا
کہے گا: "رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِيٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ
قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ" اور
کافر کہے گا: "رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ
صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ" اور کہے گا: "يَا
لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا". یہ وہ دن ہوگا جب
نہ بچاؤ کام آئے گا اور نہ ہی کوئی
احتیاط نفع دے گی۔ یہ دن اس وقت
واقع ہوگا جب ایمان کا چراغ بجھ چکا

ہوگا، زمین میں فساد پھیل چکا ہوگا، اللہ کے احکام کو ترک کیا جا چکا ہوگا، دینِ الٰہی میں تبدیلی آ چکی ہوگی، حقوق ضائع کیے جا چکے ہوں گے، حدود معطل ہوں گی، انسانیت ایسی پستی میں جا چکی ہوگی جس کے بعد کوئی بھلائی یا فلاح ممکن نہ ہوگی، خیر کم ہو جائے گا، برائی عام ہو جائے گی، علم کم ہوگا، جہالت عام ہو جائے گی، اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیا جائے گا۔

اور نبی کریم ﷺ نے قیامت کی نشانیوں کو بڑی اہمیت دی، چنانچہ آپ ﷺ نے کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑا جس میں قیامت کا ذکر آیا ہو مگر اپنی امت کو اس کی نشانیوں اور علامتوں کی طرف راہنمائی دی؛ خواہ وہ نشانی بڑی ہو یا چھوٹی.

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان نشانیوں کو بڑی اہمیت دی، انہوں نے نبی ﷺ کا یہ سبق بخوبی یاد رکھا، اور اپنی مجالس اور بیٹھکوں

میں ان نشانیوں کا تذکرہ اور مذاکرہ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن أَسِید الغفاري رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "نبی ﷺ ہمارے پاس آئے، جب کہ ہم (قیامت کے) تذکرے کر رہے تھے، تو فرمایا: تم لوگ کس چیز کا تذکرہ کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو؛ چنانچہ

آپ ﷺ نے ذکر فرمایا: دھواں، دجال، دابّہ، سورج کا مغرب سے طلوع، عیسیٰ بن مریم کا نزول، یأجوج و مأجوج، اور تین زمین میں دھنسنے والے واقعات: ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، اور ایک جزیرہ عرب میں، اور ان سب کے بعد ایک آگ جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانکے گی۔

(۱۷ تخریج: مبحث ثانی، ص)

پس قیامت اور اس کی نشانیاں یاد رکھنے اور اس بارے میں غور و فکر کرنے، اور خصوصاً جس موضوع پر ہم یہاں گفتگو کر رہے ہیں یعنی "زمین سے نکلنے والے دابہ" کے متعلق جاننے کے بے شمار فوائد اور اثرات ہیں، جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت میں غور کرے گا، وہ ان فوائد کو محسوس کرے گا۔

ان اہم فوائد و اثرات میں سے سب سے اہم فائدہ "یومِ آخرت پر ایمان" ہے، کیونکہ قیامت کی نشانیاں اسی عظیم رکن کی تمہید ہیں، جو ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک ہے، اور ہر مسلمان پر اس پر ایمان لانا اور اس کے مطابق عمل کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر ایمان باللہ اور توحید کے ساتھ ساتھ ایمان بالیوم الآخر کو ذکر فرمایا، اور یہ اسی کی اہمیت اور عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

اور یوم آخرت پر ایمان کا مطلب صرف
یہ یقین رکھنا نہیں کہ وہ ثواب و
عذاب کا دن ہے، بلکہ اس کے ساتھ
ساتھ یہ ایمان، اللہ کے احکام کی بجا
آوری، اس کی نافرمانی سے بچنے اور
اس کی عبادت میں اخلاص کا سبب
بنتا ہے، اور یہی وہ مقصد ہے جس کے
لیے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى

وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ

وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُون"

(سورة البقرة، آیت ۶۲)

اور فرمایا:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ

وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا"

(۵۹ سورۃ النساء، آیت)

اور ان فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے:

غیب پر ایمان۔ خاص طور پر اس دور میں، جہاں بہت سے لوگ صرف مادہ اور محسوسات پر ایمان رکھتے ہیں، وہاں دابہ، دخان، دجال، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا—all اور یہ غیبی امور ہیں۔

یہی بات قیامت کی دیگر علامات کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے، بلکہ یوں کہنا درست ہوگا کہ عقیدہ کے اکثر مباحث غیب پر ایمان ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔

غیب پر ایمان رکھنا، اہل ایمان اور اہل تقویٰ کی ایک صفت ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مختلف جگہوں پر تعریف فرمائی ہے۔ یہ ایمان انسان کو استقامت کی راہ دکھاتا ہے، اور ایمان

میں اضافہ اور احسان کے مقام تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"الم، ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ، الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُون"

(سورة البقرة، آيات ۱-۳)

اور فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ "
وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ، الَّذِينَ يَخْشَوْنَ
"رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُون
(۴۹–۴۸ سورة الأنبياء، آيات)

:اور فرمایا
إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم "
"مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِير
(۱۲ سورة الملك، آيت)

اور ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ
ہمیں توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت

دیتا ہے۔ یعنی نفس کو ان گناہوں اور گندگیوں سے پاک کرنا جن میں اکثر لوگ غرق ہو چکے ہیں، یہاں تک کہ یہ گناہ ان کے دلوں پر پردے (ران) بن گئے ہیں، اور ان کے دل معروف کو پہچاننا اور منکر سے نفرت کرنا چھوڑ چکے ہیں، جیسے الٹا رکھے ہوئے برتن میں کچھ ٹھہر نہیں سکتا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو خبردار کیا، تنبیہ کی، اور قیامت یا اس کی بڑی نشانیوں کے آنے سے پہلے توبہ کی

تلقین کی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں گی تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہ کی ہو: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال، اور دابۃ الارض"

(تخریج مذکور ہے، مبحث دوم، ص ۱۷)

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں فرمایا:

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی

جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ

کرے، جب وہ طلوع ہوگا اور لوگ اسے

دیکھیں گے تو سب لوگ ایمان لے آئیں

گے، اور یہی وہ وقت ہوگا جب کسی

جان کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا

جو پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اس نے اپنے
ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو."
(تخریج: مبحث ششم، ص ۸۹)

اور حضرت ابومالک اشعریؓ کی روایت
میں فرمایا:
"بیشک تمہارے رب نے تمہیں تین
چیزوں سے خبردار کیا ہے: دخان
(دھوئیں) سے، جو مؤمن کو زکام کی
طرح متاثر کرے گا، اور کافر کو اس
طرح پکڑے گا کہ اس کے ہر سوراخ سے

باہر نکلے گا۔ دوسرا: دابۃ الارض، اور تیسرا: دجال۔"

(رواہ ابن جریر الطبری فی التفسیر، ۲۵/۱۱٤، والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۳/۲۹۲، وذکرہ ابن کثیر فی التفسیر، ٤/۱٥۰، وقال عن إسنادہ: جید)

یہ احادیث نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے وارد ہوئیں، اور ان کی تائید قرآن مجید کی آیات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" کیا یہ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں
کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یا تمہارا
رب آ جائے، یا تمہارے رب کی کچھ
نشانیاں آ جائیں؟ جس دن تمہارے رب
کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی، اس دن
کسی جان کو اس کا ایمان نفع نہیں
دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے
ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔ کہہ
دو: انتظار کرو، بے شک ہم بھی انتظار
کرنے والوں میں سے ہیں"۔
(سورۃ الأنعام، آیت ۱۵۸)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور خلیل کو فرمایا:

" یہ لوگ آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا واسطہ؟ اس کا علم تو آپ کے رب ہی کے پاس ہے، آپ تو صرف اسے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرے"۔

(سورۃ النازعات، آیات ۴۲–۴۵)

اور ان باتوں میں ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے

اور خیرات میں سبقت لے جانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ قیامت کی آمد کے قریب ہونے کا احساس اور اس کی علامات کا ظہور دل میں خوف اور خشیت پیدا کرتا ہے، جو انسان کو عمل صالح کی طرف رغبت دلاتی ہے اور گناہوں سے دور کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا:
"نیکی کے کاموں میں چھ چیزوں سے پہلے جلدی کرو: دجال، دخان، دابۃ

الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عوامی فتنے، اور تم میں سے کسی کا خاص معاملہ"۔

(تخریج: مبحث ثانی، ص ۱۵-۱۶)

نبی ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو، اور وہ اس بات کی طاقت رکھتا ہو کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے اسے لگا دے، تو ضرور اسے لگائے۔"

اور نبی ﷺ کا ایک اور فرمان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" نیکی کے کاموں میں جلدی کرو قبل اس کے کہ فتنوں کا دور آ جائے، جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوگا؛ آدمی صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر؛ وہ اپنا دین دنیا کے معمولی فائدے کے بدلے بیچ ڈالے گا-"

حوالہ:

١- مسند أحمد (3/183–184، 191)، مسند الطيالسي (ص 275)، الأدب المفرد للبخاري (ص 168)،

المختارة للضياء (7/262، 264)، وصححه الألباني في السلسلة الصحيحة (1/11–12)، وصحيح الجامع (1/300)

٢- صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن (1/102–103، رقم 118)

ابن الأثیر رحمہ اللہ نے پہلے حدیث (فسیلة والی) میں "مبادرة" کے بارے میں فرمایا:

مطلب یہ ہے کہ فتنوں کے آنے سے پہلے نیکی کے کاموں میں لپکنا چاہیے، اور "الست" یعنی چھ چیزوں کو مؤنث کے صیغے میں لانے سے ان کے مصیبت اور آفت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حوالہ:

٣- النهاية في غريب الحديث (2/37)

امام نووی رحمہ اللہ نے تیسرے حدیث (بادروا بالأعمال...) کے بارے میں فرمایا:

" اس حدیث کا مطلب ہے کہ نیکی کے
کاموں میں جلدی کرنا چاہیے، اس سے
پہلے کہ حالات خراب ہو جائیں اور
فتنوں کی یلغار انسان کو نیکی سے
روک دے۔ یہ فتنے اس قدر شدید ہوں
گے کہ انسان ایک ہی دن میں صبح
مؤمن اور شام کو کافر یا اس کے
برعکس ہو جائے گا۔ یہ بات فتنے کی
شدت کو ظاہر کرتی ہے۔ واللہ أعلم۔"

حوالہ:

شرح النووي على صحيح مسلم -٤
(2/133)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بابرکت کلام
قرآن مجید میں کئی مقامات پر اطاعت
میں جلدی کرنے اور نیکیوں میں سبقت
لینے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا:

" اور اللّٰہ اور رسول کی اطاعت کرو
تاکہ تم پر رحم کیا جائے، اور اپنے رب
کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف
دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور
زمین کے برابر ہے، جو متقی لوگوں کے
لیے تیار کی گئی ہے۔ وہ جو خوشحالی
اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں، اور
غصے کو ضبط کرتے ہیں، اور لوگوں کو
معاف کرتے ہیں، اور اللّٰہ نیکی کرنے
والوں سے محبت کرتا ہے۔"

اور اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:

" اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس
میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم
میں سے کسی کو موت آ جائے، تو وہ
کہے: اے میرے رب! کیوں نہ تو نے
مجھے کچھ تھوڑی مہلت دے دی تاکہ
میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں
شامل ہو جاتا۔"

اور فرمایا:

" اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت
کی طرف سبقت لے جاؤ جس کی
چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے، جو

ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو
اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔
یہ اللہ کا فضل ہے، جسے وہ چاہے دیتا
ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

حوالہ:
سورۃ آل عمران، آیات **132–134**
سورۃ المنافقون، آیت **10**
سورۃ الحدید، آیت **21**

علامہ سعدی رحمہ اللہ نے سورۃ الحدید
کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا:

پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت، رضا "
اور جنت کی طرف سبقت کا حکم دیا،
اور یہ مغفرت حاصل کرنے کے اسباب
کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے؛
جیسے خالص توبہ، نفع بخش استغفار،
گناہوں اور ان کے اسباب سے دوری۔ اللّٰہ
کی رضا کے لیے عمل صالح کی طرف
سبقت، اور ہر وقت ان کاموں کا اہتمام
کرنا جو اللّٰہ کو پسند ہیں؛ جیسے عبادت
میں اخلاص، اور مخلوق کے ساتھ نیکی
کے تمام طریقے اختیار کرنا۔ اسی لیے

اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کا ذکر فرمایا

:جو اس مغفرت و جنت کا سبب ہیں

اور ایک ایسی جنت جس کی چوڑائی "

آسمان و زمین کے برابر ہے، جو ان

لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ

"۔اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے

اور ایمان باللہ و رسل میں دین کے تمام

"۔اصول و فروع داخل ہیں

:حوالہ

تیسیر الکریم الرحمن في تفسیر کلام المنان، عبد الرحمن بن ناصر السعدي (4/1782-1783)
سورة الحديد، آیت 21

اسی طرح جو بات دابّہ زمین لوگوں سے کرے گی، اور انہیں نشان زد کرے گی،

تاکہ مؤمن کو کافر سے جدا کیا جا سکے، اور اس کی یہ گواہی کہ لوگ اللّٰہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے—یہ سب ان گواہیوں کی یاد دہانی ہے جو قیامت کے دن انسان پر اس کے اعمال کے بارے میں دی جائیں گی۔ اس دن ہر چیز گواہی دے گی؛ زبانیں، ہاتھ، پاؤں، کھالیں، سماعت، بصارت، زمین، اور وہ صحیفے جن میں اعمال لکھے گئے۔

پس اللہ ہی مددگار ہے، اور نیکی و طاقت اسی کی مدد سے ممکن ہے، اور وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ انہیں ان کے پورے بدلے دے گا جو حق کے ساتھ ہوں گے، اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی واضح حق ہے۔"

حوالہ: سورۃ النور، آیات 24–25

:اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

" اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا تو انہیں روک کر رکھا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے، ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اللہ نے گویائی دی، جس نے ہر چیز

کو بولنا سکھایا، اور اسی نے تمہیں
پہلی بار پیدا کیا، اور اسی کی طرف تم
لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم اس سے چھپتے
نہ تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان،
تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی
دیں گی، بلکہ تم نے گمان کیا کہ اللّٰہ
تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا۔
اور یہ تمہارا وہی گمان ہے جو تم نے
اپنے رب کے بارے میں کیا، جس نے
تمہیں ہلاکت میں ڈال دیا، چنانچہ تم
خسارے میں پڑ گئے۔"

حوالہ: سورۃ فصلت، آیات 19-23

:اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

" اور (اعمال کا) دفتر رکھا جائے گا، تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس میں جو کچھ (لکھا) ہے، اس سے خوفزدہ ہوں گے، اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! اس کتاب کو کیا ہو گیا ہے؟ نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی، مگر سب کو شمار کر رکھا ہے۔ اور وہ اپنے کیے ہوئے اعمال کو سامنے پائیں گے، اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا."۔

49 حوالہ: سورۃ الکھف، آیت

:اور اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا
" جس دن اللّٰہ ان سب کو اٹھائے گا،
پھر انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے
گا۔ اللّٰہ نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے،
اور وہ خود اسے بھول چکے ہیں، اور
"۔اللّٰہ ہر چیز پر گواہ ہے
6 حوالہ: سورۃ المجادلۃ، آیت

اور آخر میں، مگر درحقیقت یہ آخری
نہیں
مجھے یہ ذکر کرنا بھی نہایت اہم معلوم
ہوتا ہے کہ اسلامی علماء نے اپنی کتابوں
میں قیامت اور اس کی علامات کے
بارے میں غور و فکر اور یاد دہانی کے
کچھ فوائد، حکمتیں اور اثرات بیان
کیے ہیں، جو انسانوں اور ان کی زندگی
پر مرتب ہوتے ہیں.

:امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا

علماء رحمہم اللہ نے فرمایا: قیامت " کی علامات کے ظاہر ہونے اور لوگوں کو ان کی خبر دینے میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی غفلت سے جگایا جائے، اور انہیں اپنی جانوں کی حفاظت کے لیے توبہ اور رجوع کی ترغیب دی جائے، تاکہ وہ نافرمانیوں کی تلافی کے بغیر اچانک پکڑ میں نہ آ جائیں۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ جب قیامت کی علامات ظاہر ہو جائیں تو وہ دنیا سے منہ موڑ

چکے ہوں، اور اس وعدہ شدہ قیامت کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔ یہ علامات دراصل دنیا کے خاتمے اور اختتام کی نشانیاں ہیں، جیسے دجال کا خروج، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا قتل، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا خروج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ یہی وہ عظیم نشانیاں ہیں۔"

حوالہ: التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة (3/1217)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

" قیامت کی علامات کے پہلے ظاہر ہونے میں حکمت یہ ہے کہ غافلوں کو بیدار کیا جائے اور انہیں توبہ اور تیاری کی ترغیب دی جائے۔"

حوالہ: فتح الباري (11/350)

علامہ سفارینی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" چونکہ قیامت کا معاملہ سخت اور اس کا ہول خوفناک ہے، اور اس کا وقت دور ہے، اس لیے اس کے بارے میں اہتمام دیگر امور سے زیادہ ہونا چاہیے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے قیامت کی علامات

اور نشانیوں کے بارے میں کثرت سے بیان فرمایا، اور اس سے پہلے آنے والی دور و قریب کی فتنوں کی خبریں دیں، اور اپنی امت کو متنبہ کیا اور ڈرایا تاکہ وہ اس سخت مقام کے لیے تیار ہو جائیں-".

حوالہ: لوامع الأنوار البهية

(2/65–66)

یہ دابۃ الارض اور باقی قیامت کی نشانیوں پر ایمان کے چند اثرات ہیں جو مسلمان، اس کی زندگی اور اس کے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے سیکھے ہوئے علم سے نفع دے، ہمارے عمل کو بابرکت بنائے اور اسے قبول فرمائے۔ اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے، اور اسی پر بھروسا ہے۔

الخاتمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی
نعمت سے نیک اعمال مکمل ہوتے ہیں،
اور درود و سلام ہوں اس کے امانت دار
رسول ﷺ پر، اور ان کے پاکیزہ اہلِ
بیت، برگزیدہ صحابہ کرام اور ان سب
پر جو قیامت تک ان کے راستے پر چلتے
اور ان کی سنت کو اپناتے ہیں۔ اما بعد:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مطالعہ مکمل ہوا، جس میں قیامت کی ایک بڑی نشانی کا تفصیلی ذکر کیا گیا: دابۃ الارض کا خروج اور اس کا ظاہر ہونا۔ یہ مطالعہ آٹھ مباحث پر مشتمل رہا:

1. پہلا مبحث: دابہ کا تعارف

2. دوسرا مبحث: دابۃ الارض کے خروج پر دلالت کرنے والے دلائل

3. تیسرا مبحث: دابہ کے بارے میں لوگوں کے اقوال

4. چوتھا مبحث: دابہ کے خروج کے اسباب

5. پانچواں مبحث: دابہ کا عمل اور اس کی ذمہ داری

6. چھٹا اور ساتواں مبحث: دابہ کے خروج کا وقت اور مقام

7. آٹھواں مبحث: دابہ پر ایمان کے اثرات

ان تمام مباحث کے مطالعے کے بعد درج ذیل نتائج بطور خلاصہ پیش کیے جا سکتے ہیں:

1. قیامت اور اس کی علامات پر ایمان، دین کے ایک عظیم رکن یعنی یومِ آخرت پر ایمان کے تحت آتا ہے۔

2. نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی علامات کا بہت اہتمام فرمایا، کوئی بھی موقع جس میں قیامت کا ذکر ہوتا، آپؐ ضرور اپنی امت کو اس کی علامتوں میں سے کسی علامت کی طرف رہنمائی فرماتے۔

3. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی تعلیمات کو خوب سمجھا، اور قیامت و اس کی علامات کا باقاعدہ آپس میں مذاکرہ اور مطالعہ کیا کرتے تھے۔

4. علماء اسلام نے ہر دور میں قیامت کی نشانیوں پر گفتگو کو پسند کیا اور اس کی تلقین کی۔

5. داب‍ہ کا مفہوم عربی زبان میں ہر اس جاندار پر صادق آتا ہے جو زمین پر ہلکے قدموں اور قریب چلتا ہو، چاہے وہ مخلوق معین ہو یا غیر معین.

6 - قرآن کریم میں "داب‍ہ" کا لفظ مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے: بعض مواقع پر انسان اور جانور دونوں کے لیے، بعض مواقع پر صرف انسان کے لیے، اور کبھی صرف

جانور کے لیے۔ تاہم عمومی طور پر یہ لفظ جانور کے لیے زیادہ استعمال ہوا ہے۔

7 - دابۃ الارض کے ظاہر ہونے اور اس کے قیامت کے قریب زمین سے نکلنے کا عقیدہ قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ ﷺ دونوں سے ثابت ہے، اور اس پر امتِ مسلمہ کے سلف و علمائے حق کا اجماع بھی موجود ہے۔

8 - اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہوا، خواہ وہ ہمیں نظر آئے یا غیب میں ہو، عقل میں آئے یا نہ آئے، ہم اس سب پر ایمان لاتے ہیں۔

9 - جس بات پر یقین لازم ہے وہ یہ ہے کہ دابہ ایک جانور ہوگا نہ کہ انسان، اور وہ موجودہ معروف جانوروں سے الگ، ایک مخصوص مخلوق ہوگی۔ وہ زمین کے کسی خطے سے (مشہور ہے کہ

مکہ سے) قیامت کے قریب نکلے گی، لوگوں سے حقیقی طور پر بات کرے گی، انہیں اللہ کی آیات یاد دلائے گی، اور مؤمن و کافر کی پہچان کے لیے ان پر نشان لگائے گی۔ اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس کا ظہور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، مسیحِ ہدایت (عیسیٰؑ) کے نزول اور مسیحِ ضلال (دجال) کے خروج کے برابر درجے کا واقعہ ہے۔

10 - دابہ کی حقیقت کے بارے میں علما و عوام کے اقوال مختلف رہے ہیں، جنہیں سترہ اقوال میں جمع کیا گیا۔ ان میں سے بعض اقوال ایسے ہیں جو سلفِ صالحین کے منہجِ اعتقاد سے بالکل ہٹ کر باطنی، تاویلاتی اور گمراہ کن رائے پر مبنی ہیں، جن کا نہ کتاب اللہ سے کوئی ثبوت ہے نہ صحیح سنت سے۔

11 - قیامت کی نشانیوں کا انکار یا انہیں علامتی (سمبولک) تأویل میں لینا، یا عذابِ قبر کو محض تمثیل کہنا،

قرآن، سنت، اجماعِ امت اور سلف کے اجماعی عقیدے کے سراسر خلاف ہے۔ یہ گمراہی اور باطل کلام ہے۔

۱۲ - جن لوگوں نے دابہ کی تاویل دور ازکار مفاہیم جیسے جراثیم، دیمک، چیونٹی یا دیگر کیڑوں پر کی، یا وہ جو فلسفیانہ عقلی مدرسہ رکھتے ہیں، ان کے فہم میں بنیادی نقص یہ ہے کہ

انھوں نے امور غیب کو شہادت (محسوسات) پر قیاس کیا۔ انھوں نے غیب کو اسی معیار سے جانچنے کی کوشش کی جس سے ظاہر چیزوں کو پرکھا جاتا ہے، حالانکہ غیب کا باب خبروں (نصوص) پر ایمان لانے کا ہے نہ کہ قیاسات و عقل پر۔

۱۳ - نبی کریم ﷺ سے دابہ کی شکل و صورت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔

١٤ - جب لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے، اور جب زمین پر فساد پھیل جاتا ہے، دین اللہ کے بجائے بدل دیا جاتا ہے، حدود معطل ہو جاتی ہیں، علم کم ہو جاتا ہے، برائی غالب آ جاتی ہے، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جاتا ہے—تو اللہ تعالیٰ کا "قول" واقع ہو جاتا ہے، قیامت کی بڑی نشانیاں شروع ہو جاتی ہیں، اور انہی میں دابہ کا خروج بھی شامل ہے، جو مؤمن اور کافر میں فرق کرے گی۔

١٥ - اس دابہ کے نمایاں کام یہ ہوں گے: اس کا زمین سے ظاہر ہونا، لوگوں کو خطاب کرنا اور انہیں اللہ کی آیات یاد دلانا، اور پھر ان پر نشان لگانا تاکہ ان کی حقیقت واضح ہو جائے—کون مؤمن ہے اور کون کافر.

١٦ - بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ دابہ ابلیس کو قتل کرے گی، لیکن اس بارے میں نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے.

١٧ - مفسرین و محدثین کی اکثریت اس بات پر ہے کہ سورۃ النمل کی آیت ﴿تُكَلِّمُهُمْ﴾ کا مطلب حقیقتاً زبان سے بات کرنا ہے، اشارہ یا صرف نشانی لگانا نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ دابہ بات نہیں کرے گی، بلکہ صرف جسم پر نشان لگائے گی—یہ رائے مرجوح ہے۔

١٨ - دابہ کے "کلام" (بولنے) کی نوعیت میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اجتہادی تفاسیر پر مبنی ہے، لیکن تمام اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ

دابہ کا کلام درحقیقت ان لوگوں کی سرزنش اور ملامت ہو گی جو ایمان نہیں لائے۔

١٩ - علما اس پر متفق ہیں کہ دابہ ایمان اور کفر کی پہچان کے لیے لوگوں پر نشان لگائے گی، لیکن انہوں نے اس کی نوعیت اور نشان کی جگہ کے بارے میں مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔
بہرحال سب اس بات پر متفق ہیں کہ اس عمل کا مقصد مؤمن اور کافر میں فرق ظاہر کرنا ہے۔

٢٠ - قیامت کی نشانیوں میں جو ترتیب احادیث میں آئی ہے وہ "اعتباری" اور "نسبی" ترتیب ہے، یعنی بعض اشراط کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ ابن حجر، مرعی بن یوسف اور سخاوی کی رائے اس ترتیب کے بارے میں سب سے متوازن معلوم ہوتی ہے، جو الطیبی اور مناوی کے اقوال سے بھی میل کھاتی ہے-

۲۱ - دابہ کا خروج دن کے وقت، غالباً سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے تھوڑا بعد، یعنی ضحیٰ کے وقت ہو گا۔ اس سے پہلے مہدی، دجال، حضرت عیسیؑ، یاجوج ماجوج اور تین بڑے خسوف (مشرق، مغرب، جزیرۂ عرب) واقع ہو چکے ہوں گے۔

۲۲ - قرآن میں واضح ہے کہ دابہ کا خروج "من الأرض" یعنی زمین سے ہو گا، آسمان سے نہیں، مگر یہ واضح نہیں کہ زمین کے کس حصے سے۔

٢٣ - نبی کریم ﷺ سے دابہ کے خروج کے مقام کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ جو روایات موجود ہیں وہ یا تو متعارض ہیں، یا صحابہ کے اقوال پر موقوف ہیں، یا تابعین و مفسرین کے اقوال پر مبنی ہیں، جن کی سند میں اکثر کلام ہے۔

٢٤ - سب سے مشہور قول — جس پر بہت سے علما اور مفسرین کا اتفاق ہے — یہ ہے کہ دابّہ کا خروج مکہ مکرمہ سے ہوگا، اور زیادہ امکان یہی ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ مسجد الحرام سے، صفا کے قریب یا شعبِ أجیاد سے نمودار ہوگی۔

٢٥ - دابّۃ الارض کے خروج پر ایمان، اور قیامت و اس کی علامات پر ایمان کے اہم اثرات درج ذیل ہیں:

اوّلاً: یومِ آخرت پر ایمان — جو کہ چھ ارکانِ ایمان میں سے ایک عظیم رکن ہے، اور ان اشراط کا علم اسی عقیدے کی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے۔

ثانیاً: غیب پر ایمان — جو کہ ایمان کی تکمیل کے لیے لازمی ہے، خاص طور پر آج کے مادّی دور میں جب بہت سے لوگ صرف محسوسات کو مانتے ہیں۔

ثالثاً: توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت — تاکہ وہ دن آنے سے پہلے نفس کو

پاک کیا جا سکے، جس دن توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور گناہوں کی بخشش کی کوئی سبیل نہ ہوگی.

رابعاً: نیکیوں کی طرف سبقت اور جلدی کی ترغیب — کیونکہ قیامت کی علامات کا قرب دل میں خوف، ذمہ داری، اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے، جو آخرت کی یاد دہانی کا سبب بنتا ہے۔

خامساً: ایمان میں اضافہ اور پختگی

— کیونکہ دابہ جو لوگوں سے خطاب کرے گی، ان پر نشان لگائے گی، اور شہادت دے گی کہ وہ آیاتِ الٰہی کو نہیں مانتے تھے، یہ منظر قیامت کے میدان میں گواہوں کی شہادت کی یاد دلاتا ہے، جہاں ہر عضو اور ہر چیز انسان کے خلاف گواہی دے گی۔

اختتامی دعا:

یہی امید رکھتا ہوں کہ میں اس تحقیق میں اپنے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہوں، اگرچہ مجھے یقین ہے کہ انسانی کام خامیوں سے خالی نہیں ہوتے، اور اہلِ بصیرت کی اصلاح اور رہنمائی کی حاجت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے قول و عمل میں اخلاص عطا فرمائے، کوتاہیوں سے درگزر کرے، اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله رب العالمين.